سنت
دادُو دیال صَاحب

رادھا سوامی ست سنگ بیاس

سنت دادُو دیال صَاحب

کاشی ناتھ اُپادھیائے

رادھا سوامی ست سنگ بیاس

نذرِ عقیدت

پرم سنت ستگورو حضور مہاراج چرن سنگھ جی

کی

خدمتِ اقدس میں

سیوک سیوا کر ڈرے، ہم تھے کچھو نہ ہوئے
توں ہے تیسی بندگی، کر نہیں جانے کوئے

دادو۔ ساکھی پرچہ 252

فہرست مضامین

دِیباچہ

مُرشدِ عالی حُضور مہاراج چرن سنگھ جی کے زیرِ ہدایت 'ہندو مشرق کے درویشوں کے کلام' کے تحت انگریزی زبان میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ کتابیں بے حد مقبول ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اِن کو دیگر زبانوں میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اِس سلسلہ میں سنت نامدیو، تُلسی صاحب، میرا بائی، سنت پلٹو، سائیں بُلھے شاہ، گورونانک دیو اور اُن کی رُوحانی تعلیم، پر کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔ سنت 'دادو دیال' بھی اِسی مالا کا ایک پھول ہے۔

ہوائی یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ فلاسفی کے صدر ڈاکٹر کاشی ناتھ اُپادھیائے نے سنت دادو دیال پر انگریزی میں ایک کتاب تصنیف کی اور خُود ہی اُس کا ہندی زبان میں آزاد ترجمہ بھی کیا ہے۔ ہم اُپادھیائے جی کی اِس پُرخلوص خدمت کے لئے ازحد شکرگزار ہیں۔

سنت دادو دیال جی شہنشاہ اکبر کے ہم عصر تھے۔ وہ 'شبد مارگی'، (سُلطان الاذکار کے شاغل) سنت تھے۔ اُن کے خیالات نے شہنشاہ اکبر کو بھی مُتاثر کیا تھا۔ آپ نے اپنے مُرشد کے حُکم کی تعمیل میں احمد آباد (گجرات) سے راجستھان آکر راہِ رُوحانیت کے شغل سُلطان الاذکار (سُرت شبد ابھیاس) کے طریق کی تعلیم دی۔ آپ کی ساکھیاں اور شبد بڑے واضح اور سلیس ہیں۔ جو دِل کو بے حد مُتاثر کرتے ہیں۔ طرہ یہ کہ وہ پُر موسیقی بھی ہیں۔

کِتاب کا اُردو ترجمہ جناب بی ۔ آر۔ کشیپ ، کاشف دہلوی نے سلیس و بامحاورہ زبان میں نہایت خلوص و بے لوث محنت سے کیا ہے۔ مُسوّدہ پر نظر ثانی ڈاکٹر کرپال سنگھ خاک نے کی ہے۔ یہ تمام کام ہمارے شُعبۂ اشاعت کے انچارج شری ویریندر کمار سیٹھی کی زیرِنگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

اُمید ہے کہ رُوحانیت کے دِلدادہ اُردو پڑھنے والوں کو ہماری یہ خدمت ضرور پسند آئے گی۔

سیوا سنگھ
سیکریٹری
رادھا سوامی ست سنگ بیاس

ڈیرہ بابا جیمل سنگھ
امرتسر (پنجاب)

مُصنّف کی طرف سے

جے پُہنچے تے پُوچھئے ، رتن کی ایکے بات
سب سادھوں کا ایک مَت ، یہ بیچ کے بارہ باٹ

تمام خُدارسیدہ درویشوں وسنتوں کی تعلیم ایک ہی ہے۔ اور وہ تعلیم بہت آسان ہے اور اگر واقعی یہی بات ہے تو کسی بھی درویشِ حقیقی کی تعلیم کے مطالعہ سے ایک ہی مقصد کی بر آری ہوگی اور مُختلف درویشوں وسنتوں کی تعلیم بھی ایک دُوسرے کی تائید ہی کرے گی۔ علاوہ ازیں اِس امر کو جان لینے کے بعد کہ مُختلف وقت اور مقامات پر سنتوں یا درویشوں نے واحد حقیقت کو بیان کیا ہے۔ اُن کی تعلیمات پر یقین مزید پکّا ہو جائیگا۔ لیکن یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ اُن کے خیالات میں یگانگت ہے۔ ہمیں اُن کی تعلیم سلیس، واضح اور مُستند طور پر کتابی صُورت میں باآسانی دستیاب ہونا ضروری ہے۔ اِس مقصد کی تکمیل کے لئے مُرشدِ عالی حضُور مہاراج چرن سنگھ جی کی ہدایت پر ہندوستان و چند دیگر مُمالک کے مشہُور درویشوں وسنتوں کی سوانح حیات و تعلیمات پر مُختصر و مُستند کِتابوں کی اِشاعت کے منصُوبہ پر کام ہو رہا ہے۔ اِن تعلیمات کو مُستند طور پر پیش کرنے کے نظریہ سے اِس منصُوبہ کے تحت شائع ہونے والی کتابوں میں مُختلف درویشوں و

ؔ تمام خُدارسیدہ درویشوں کی تعلیم ایک ہی ہے مگر جو لوگ راستے میں ہی بھٹک گئے ہیں اُن ہی کی باتیں بے تُکی ہیں۔

سنتوں کی بُنیادی تعلیم کو ہی اولیّت یعنی جیوں کا تیوں (یا زبان و بولی کے اِختلاف کے باعث اُن کو بامعنی ترجمہ کی صُورت میں) پیش کرنا مقصُود ہے۔ سولہویں صدی کے مشہُور سنت شری دادُو دیال پر لکھی گئی یہ کتاب بھی اُسی سِلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

دادُو دیال جی کی بانی (کلام) کے کئی نسخے اب دیوناگری رسمِ خط میں دستیاب ہیں۔ ماسوا سلسلہ نمبر میں معمُولی ردوبدل کے اُن میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ میں نے پیشِ نظر کتاب میں دادُو دیال کے کلام کی تالیف 'بیلویڈیر پریس' الہ آباد سے دو حصّوں میں شائع "دادُو دیال کی بانی" (1974 - 1963) پر کی ہے، جو دو قدیم اور مُستند قلمی نسخوں کی بُنیاد پر تیار کئے جانے کے باعث اور اجمیر سے شائع کردہ پنڈت چندریکا پرساد کی مشہُور و معرُوف کِتاب 'شری دادُو دیال کی بانی' سے موازنہ پر منحصر ہونے کے باعث زیادہ کارآمد ثابت ہُوئی ہے۔

اشعار کے اِنتخاب اور ترتیب میں مضمُون کے تسلسل کا پُورا پُورا خیال رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بے حد خوب صُورت اور پُر معنی اشعار سے پُر پُوری کِتاب سے فقط چند اشعار کا اِنتخاب ایک بہُت مُشکل کام تھا لیکن یہ تجربہ نہایت خُوش کُن اور خرد مندانہ رہا۔

میری دانست میں دادُو دیال صاحب کی خالص رُوحانی تعلیم کو اِس طرح واضح اور سِلسلہ وار پیش کرنے والی کسی زبان میں دیگر کوئی کتاب نہیں ہے۔ بلاشُبہ دادُو صاحب باقاعدہ تعلیم یافتہ و عالم و فاضل نہ تھے۔ مگر اُن کی نہایت پُر معنی تعلیم کا رازِ خفی فقط دماغی کسرت و کاوِش سے نہیں کُھل سکتا۔ اُن کا یہ پوشیدہ راز فقط اُن ہی لوگوں پر ظاہر ہو سکتا ہے جو کسی کامِل درویش کی صُحبت میں آئے ہوں اور جنہیں مُرشدِ کامل کی رحمت سے چشمِ باطن مِل چُکی ہو۔

پیشِ نظر یہ کِتاب دادُو دیال جی پر انگریزی زبان میں شائع کردہ کِتاب کے ہِندی ترجمہ پر مبنی ہے۔ سنت دادُو دیال کا کلام بیش قیمت رُوحانی جواہرات کا خزانہ ہے کِتاب کے مُختصر حُجم کے مدِ نظر اِن رُوحانی جواہرات میں سے صِرف چند ایک کو ہی انگریزی کِتاب میں پیش کیا گیا تھا۔ لیکن اُس کا ہندی ترجمہ کرتے وقت جب دادُو صاحب کے اصل کلام کے دوبارہ مُطالعہ کا موقع مِلا تو بے شُمار نہایت دلپزیر اشعار کو ہندی کتاب میں شامل کرنا

بے حد ضروری محسوس کیا گیا۔ لہٰذا ہندی کتاب میں دادُو صاحب کے چند مزید اشعار کا جا بجا اِضافہ کر دیا گیا — اِن اشعار کا اِضافہ کرتے وقت نفسِ مضمون کی اہمیت قائم رکھنے کیلئے اُن کے نمبر سلسلہ میں معمُولی سا ردوبدل کیا گیا ہے۔ "زندہ مُرشد کی ضرورت" کے عُنوان کے تحت ایک نئے ضِمنی عُنوان "مُرشد کامل کی راہ" کا ہندی کتاب میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔ انگریزی کتاب کی اِشاعت وطباعت سے مُتعلقہ جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔

اُمید ہے کہ کِتاب کی یہ ترمیم و تصحیح شُدہ صُورت زیادہ مُفید ثابت ہوگی۔

مَیں آخر میں پروفیسر کرپال سنگھ نارنگ سابق وائس چانسلر پنجابی یُونیورسٹی پٹیالہ کا بے حد شُکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اِس کتاب (انگریزی و ہندی) کی تصنیف کا نادر موقع عنایت فرمایا۔

کاشی ناتھ اُپادھیائے
صدر شُعبۂ فلسفہ، ہوائی یُونیورسٹی، ہونولولو
ہوائی۔ (امریکہ)

۱۱۔جنوری 1980

سوانح حیات

سوانح حیات

"دادُو ہنس رہے سُکھ ساگر، آئے پر اُپکار"

تاریخ داں عموماً نسلِ انسانی کے سب سے بڑے ہی خواہ، سنتوں و درویشوں کو، جو صِرف دُوسروں کی بھلائی کے لئے دُنیا میں آتے ہیں، نظرانداز کر دیتے ہیں۔ درویشانِ حق اِنسانی بھلائی کے کام میں مُتواتر مصرُوف رہنے کے باعث اپنے حالات زندگی خُود قلم بند نہیں کرتے کیونکہ اُن کے پاس اِس کے لئے نہ تو وقت ہوتا ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی خواہش و تمنّا۔ اور یوُں اُن کے حالاتِ زندگی کے متعلق ناواقفیت بنی رہ جاتی ہے۔ جو بعدازاں بحث کا مضمُون بن جاتی ہے۔ کبیر صاحب و دیگر درویشانِ حق کی مانند دادُو دیال صاحب پر بھی یہی امر عائد ہوتا ہے۔

دادُو دیال صاحب کی جائے وِلادت، یومِ وِلادت، نام، ذات، والدین، مُرشد، تعلیم، سیاحت اور وقتِ رحلت کے مُتعلق ہندوستان و مغرب کے عالموں نے بالکُل مُختلف خیالات و رائے کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ ایک رائے کے خِلاف دُوسری رائے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی پکّا تاریخی ثبوت بھی دستیاب نہیں ہے۔ دادُو صاحب کے بعد اُن کے پیروکاروں میں مُختلف آرا، میں سے مندرجہ ذیل رائے مُروج ہے۔ اِسے دادُو پنتھ کے پیروکار سوامی نارائن داس 'پُشکر'، نے بھی تسلیم کیا ہے۔

احمد آباد (گجرات) کے رُوئی بیوپاری لودھی رام ناگر براہمن کے ہاں کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ وہ بڑی عقیدت سے اپنے مذہبی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اور اس آرزو و اُمید پر بہر مِلنے

والے فقیر یا سادھو کی بڑی عزت و خدمت کرتے کہ شاید وہ اُن کی بیٹا پانے کی دلی تمنا پوری کر دے گا۔ ایک دن ایک کامل فقیر لودھی رام کے پاس آئے۔ اور اُن کی عبادت و خدمت سے خوش ہو کر فرمایا" تم حسبِ معمول کل صبح سابرمتی میں اَسنان کرنے جانا۔ مالک کی کرپا سے وہیں تمہاری تمنا پوری ہوگی۔" جب اگلے دن لودھی رام سابرمتی میں اسنان کرنے گئے تو اُن کو دریا کے بہاؤ میں بہتے کمل کے پھولوں کے ایک گچھے پر ایک بچہ مِلا۔ بس اُن کی خوشی وحیرانی کی حد نہ رہی،[1] وہ بڑے چاؤ سے بچے کو گھر لے آئے۔ اُن کی بیوی بچے کو دیکھ کر پھولی نہ سمائی۔ کہا جاتا ہے کہ جونہی اُس نے بچے کو گود میں لیا اُس کے پستانوں میں دودھ اُتر آیا۔

لیکن رجب اور دادو صاحب کے دیگر کئی مریدوں اور دبستانِ مذاہب کے مطابق دادو صاحب پیدائش سے مسلمان تھے اور اُن کا پیشہ دھنیا (روئی دھننے والا) کا تھا۔ عہدِ وسطیٰ کے صوفی ازم کے نامور عالم کشتی موہن سین بھی اُن کو مسلمان ہی مانتے ہیں۔ سین صاحب کے مطابق دادو صاحب کا ابتدائی نام داؤد تھا اور اُن کی بیوی کا نام حوا تھا۔ اُن کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

دادو صاحب کی ولادت 1544ء میں ہوئی اور وفات 1603ء میں۔ 'دبستانِ مذاہب' میں دادو صاحب کے پیشہ کا نام نداف (دھنیا کا عربی نام) درج ہے۔

پنڈت سدھاکر دویدی اُن کو بنارس کا موچی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اُن کا نام مہابلی بتاتے ہیں۔ دویدی جی ثبوت کے لئے دادو صاحب کی مندرجہ ذیل سطر بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

" دادو موٹ مہابلی گھٹ گھرت متھ کر کھائے"

اسی بنا پر اُن کا کہنا ہے کہ دادو پانی کھینچنے کے لئے چمڑے کے موٹ (چرس) سینے والے موچی

---

[1] یہ کہانی کبیر صاحب کی پیدائش کی کہانی سے کافی ملتی جلتی ہے۔ کبیر صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نیرو جولاہے نے اُن کو کاشی کے لہرتارا تالاب پر ایک بچے کی صورت میں پایا تھا اور اُن کی پرورش کی تھی۔

تھے جن کا نام مہابلی تھے۔ لیکن موجُودہ زمانہ کے عالموں کے مُطابق یہ نظریہ بالکُل ناقابلِ قبُول ہے۔ ' دادُو بانی ' کے کئی دیگر نُسخوں میں ' موٹ مہابلی ' کی بجائے ' موٹا مہابلی ' درج ہے موٹا سے مُراد تندُرست و توانا یا مضبُوط ہے اور مہابلی کا مطلب ہے طاقتور۔ لفظ موٹ کے معنی موچی اور مہابلی اسم صِفت کو ذاتی نام قرار دینا نامُناسب ہے۔ اور یُوں بھی اِن دونوں الفاظ کا معنوی طور پر کوئی آپسی رابطہ نہیں بنتا۔

آپ کا نام دادُو کیسے بنا، اِس کے مُتعلق بھی کافی اِختلاف رائے ہے۔ نامور تاریخ دان کشتی موہن سین کے نظریہ کا ذکر تو ہو ہی چُکا ہے، جس کے مُطابق شروع میں آپ کا نام داؤد تھا جو بعد ازاں بدل کر دادُو بن گیا۔ دُوسرے نظریہ کے مُطابق آپ کو بچپن سے ہی اپنا سامان دُوسروں کو دے دینے کی عادت تھی۔ آپ کے والدین نے آپ کے سخی مزاج یا دینے کی عادت کے مدِنظر آپ کو دادُو نام دے دیا۔ (فارسی زبان کے لفظ دادن کا مطلب ' دینا ' ہے۔ جس سے آپ کا نام دادُو پڑ گیا)

کچُھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چُونکہ دادُو جی کو سب بھائی کہہ کے مخاطب کرتے تھے اِس لئے لوگ بھی اُنہیں ازراہِ مُحبّت دادُو (بھائی) کہنے لگے۔

بہر حال جو بھی ہو اِس کِتاب کا اصل مقصد دادُو صاحب کی تعلیم پر روشنی ڈالنا ہے اُن کی وِلادت، ذات اور نام سے مُتعلقہ مُختلف نظریات ہمارے لئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔

دادُو صاحب کی فیاضی و فراخدِلی کے باعث اُن کے نام کے ساتھ لفظ ' دیال ' کا بھی اِضافہ کر دیا گیا ہے۔ ذیل کا واقعہ اُن کی عاداتِ معافی، فراخدلی اور رحم دلی کو خُوب واضح کرتا ہے۔

ایک دفعہ مُتلاشی حق دو براہمن دادُو صاحب سے بیعت کرنے (نام دان لینے) کے لئے اُن کی تلاش میں آئے جب اُن کی جھونپڑی کے نزدیک پہنچے تو اُنہیں سامنے سے ایک آدمی ننگے سر اپنی طرف آتا نظر آیا۔ اُنہوں نے اِسے بدشگُون مانا۔ اِس بدشگُون کو دُور کرنے کے

لئے اُنہوں نے اس ننگے سر آدمی کے سر پر ٹھونگے مارے اور اُس سے دادو صاحب کا پتہ پُوچھا۔ اُس شخص نے قریب کی چھوٹی سی کُٹیا کی طرف اِشارہ کیا اور اپنی راہ چلا گیا۔

اُن کو وہاں جانے پر معلوم ہُوا کہ دادُو صاحب کچھ دیر کے لئے کہیں باہر گئے تھے۔ کچھ دیر بعد جب دادُو صاحب واپس آئے تو وہ دونوں براہمن یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تو وہی شخص تھا جس کے سر پر اُنہوں نے ٹھونگے مارے تھے۔ وہ بے حد شرمندہ و پشیمان ہو کر دادُو صاحب سے مُعافی مانگنے لگے۔ مگر دادُو صاحب نے اُنہیں تسلی دیتے ہوئے بڑے اِطمینان سے مُسکرا کر کہا، "بھائی صاحب کوئی گاہک ایک معمولی سا مٹی کا گھڑا لینے جاتا ہے تو وہ اُسے اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھتا ہے کہ گھڑا ثابت و سالم ہے یا کہیں سے ٹُوٹا ہُوا تو نہیں ہے۔ بھائی! آپ لوگ تو گورو (مُرشد) اِختیار کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کے لئے بالکل واجب ہے کہ مُرشد اِختیار کرنے سے پہلے اُسے اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھ لیں کہ وہ صحیح تو ہے۔"

دادُو پنتھی یعنی دادُو صاحب کے پیروکاروں کے مُطابق اُن کی اپنے مُرشد وِردھانند (بڈھن) سے پہلی مُلاقات کے وقت اُن کی عمر گیارہ برس تھی۔ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ کنکریا تالاب پر کھیل رہے تھے۔ اُس بزرگ شخص کی پُر جلال شخصیت کو دیکھ کر باقی بچے تو بھاگ گئے لیکن دادُو صاحب بڑے ادب سے اُن کے پاس گئے اور اپنے پاس جو ایک پیسہ تھا اُسے اُن کی نذر کر دیا۔ وہ بزرگ دادُو کی سادگی، سادہ لوحی اور عقیدت سے بے حد مُتاثر اور خُوش ہوئے۔ اُنہوں نے دادُو کو تبرک (پرشاد) دیا اور کمال شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا جس سے دادُو کے جسم میں رُوحانیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

سات سال بعد جب دادُو صاحب اٹھارہ برس کے تھے تب مُرشد نے اُن کو پھر دِیدار دیا۔ اب دادُو بالغ ہو چُکے تھے۔ لہٰذا مُرشد نے اب اُن کو راجستھان جا کر اِس پوشیدہ رازِ حقیقت کی تعلیم و پرچار کا حُکم دیا۔ اِس واقعہ سے دادُو صاحب کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا۔ اور بعد ازاں اُن کی تمام زندگی کڑی ریاضت، سچے مُتلاشیانِ حق کو اِس رُوحانی حقیقت

کی تعلیم دینے اور اپنے لگاتار بڑھتے ہوئے مُریدوں کی اِلتجا پر جگہ جگہ جاکر لوگوں کو راہِ تصوّف (نام مارگ) کی تعلیم دینے میں بسر ہوئی۔

کچھ عالموں کا کہنا ہے کہ دادُو صاحب کے مُرشد شیخ بُڈھن تھے جو قادری سِلسلہ کے ایک صُوفی بُزرگ تھے۔ آپ دادُو صاحب کے عہدِ جوانی کے شروع کے زمانہ میں زندہ تھے شیخ بُڈھن شہنشاہ اکبر (1542ء - 1605ء) کے ہم عصر تھے۔ اُن کے خاندان کے لوگ اب بھی جے پور کے قریب سانبھر میں موجود ہیں۔

دادُو صاحب اُنیس برس کی عُمر میں احمد آباد سے روانہ ہُوئے اور چھ سال تک گجرات اور راجستھان میں جگہ جگہ سیاحت کرتے ہُوئے پچیس سال کی عمر میں سانبھر پہنچے۔ سانبھر شہر راجستھان کی سانبھر نام کی مشہور نمک کی جھیل کے کنارے بسا ہُوا ہے۔ آپ نے بارہ سال تک سانبھر میں قیام کیا۔

حالانکہ دادُو صاحب شادی شُدہ تھے اور سنت کبیر کی مانند اپنے آبائی پیشہ کے ذریعہ روزی روٹی کماتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی بسر کرتے تھے۔ تاہم اُن کی زندگی یکسر عبادتِ حق میں رنگی ہوئی تھی اور وہ پُوری طرح خُداوند کریم کے رحم وکرم و رضائے مولا پر انحصار کرتے ہوئے سراسر مُطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔ اُن کے مُطابق مانگ کر کھانا راہِ حقیقت کے راہرو کے لئے قطعی ناروا ہے۔

دادُو روزی رام ہے، رازق رِزق ہمار
دادُو اُس پرساد سُوں، پوشیا سب پریوار
مانگن کھائے نہیں جگ آسا

دادُو دیال صاحب کا خاندان اُن کی بیوی دو لڑکے اور دو لڑکیوں پر مُشتمل تھا۔ بتیس سال کی عُمر میں اُن کے بڑے لڑکے کی وِلادت ہوئی، دو سال بعد چھوٹے لڑکے اور دو سال بعد دو جُڑواں لڑکیوں کی پیدائش ہوئی۔ بعد ازاں آپ نے اپنے تمام بچّوں کو اپنا مُرید بنالیا۔

داؤد صاحب نے کچھ ہی عرصہ میں گجراتی، فارسی اور سنسکرت کا خاصہ علم حاصل کرلیا۔ لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ آیا اُن کی تعلیم باقاعدہ طور پر کسی مدرسہ میں ہُوئی یا انہوں نے یہ تعلیم اپنے طور پر ہی حاصل کی۔ بہرکیف اُن کی مختلف مقامات کی سیاحت نے اُن کے علم میں کافی اضافہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ اُن کے کلام میں استعمال کی گئی کئی زبانوں کے الفاظ اور اُن کی بلند پایہ شاعری سے واضح ہوتا ہے۔ مزید برآں اُن کے کلام میں جو پختگی، خوبصورتی اور دلپذیرائی کا جذبہ کارفرما ہے وہ بغیر گہری نظرِ باطن اور اعلےٰ رُوحانی مشاہدہ و مجاہدہ کے ممکن نہیں ہے۔

داؤد صاحب کے متعلق کئی کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کے لئے کرامات کی کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ ہی اُنہوں نے کرامات کا دعویٰ کیا ہے۔ اُن کے مطابق خدا کے بندے، خدا سے ہم آہنگ ہو چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا خدا خود فقرائے کامل و اُن کے عقیدتمند مُریدوں کی خاص طور پر نگہبانی کرتا ہے جو عموماً لوگوں کی نگاہ میں کرامات کہلانے لگتی ہے اِس کے متعلق اپنے خیالات کا یُوں اظہار کرتے ہیں۔

کرے کراوے سائیاں، جن دِیا اَوجُود[1]
داؤد بندہ بیچ ہے، سوبھا کوُں موجُود

ہم داؤد صاحب کی زندگی کے ایسے ہی چند واقعات کو ذیل میں مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔

داؤد صاحب کے سانبھر میں آنے کے چند ہی دِنوں بعد اُن کے رہن سہن اور تعلیم کو دیکھ کر ہندو اور مسلمان دونوں مذاہب کے لوگ اُن سے چڑنے لگے اور اُن کے مخالف ہو گئے کیونکہ وہ خود کو کسی قوم یا ذات کا نہیں مانتے تھے۔ آپ ذات پات، بُت پرستی، فاقہ، برت یا زیارت کی مذمت و مخالفت کرتے تھے۔ آپ کسی خاص قسم کے مذہبی لباس کو

---

[1] وجُود۔ جِسم

فضُول بتلاتے تھے۔ اِس لئے لوگوں نے مقامی حاکموں سے اُن کی شکایت کی اور اُن کے خِلاف سخت کارروائی کی مانگ کی۔ اِس پر حاکموں کی طرف سے یہ اِعلان کیا گیا "جو شخص بھی داؔدو کے پاس جائے گا اُسے پانچ سو روپیہ جُرمانہ دینا ہوگا" لیکن اِس حُکم کے باوجُود دو عقیدت مند مُرید داؔدو صاحب کے دِیدار کے لئے آ گئے۔ داؔدو صاحب نے اُن کو سمجھایا کہ اِس طرح سرکار کو پانچ سو روپیہ جُرمانہ دے کر وہ اپنی دولت یُونہی برباد نہ کریں۔ تب اُن مُریدوں نے جواباً عرض کیا "جب تک ہمارے پاس پیسہ ہے تب تک ہم جُرمانہ ادا کرینگے۔ اور آپ کے بیش قیمت مُبارک دِیدار و صُحبت سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ سچ پُوچھیے تو یہ بہت سستا سودا ہے۔" داؔدو صاحب نے اُن کی عقیدت اور مضبُوط اِرادہ سے خُوش ہو کر فرمایا "حکم نامہ کو اچھی طرح پڑھ کر جُرمانہ دینا" جب اُن عقیدت مند مُریدوں کو پکڑ کر عدالت میں پیش کیا گیا اور اُن کا قصُور ثابت کرنے کے لئے حُکمنامہ پڑھا گیا تو اُس میں یہ لکھا پایا گیا "جو داؔدو صاحب کے پاس نہیں جائے گا اُسے پانچ سو روپیہ جُرمانہ دینا ہوگا" اِسے سُن کر سب حیران رہ گئے۔ اُن دونوں مُریدوں کو فوراً رہا کر دیا گیا۔ اُن مُریدوں نے کہا کہ اِس حُکم نامہ کے مُطابق اب تو ہم دونوں کے سِوا باقی تمام لوگوں کو جُرمانہ ادا کرنا چاہیئے۔

اِس واقعہ کے بعد کچھ لوگوں کو اِحساس ہونے لگا کہ داؔدو صاحب واقعی ایک سچے درویش ہیں۔ لیکن چُونکہ ساؔنبھر مُسلم سلطنت کا ایک شہر تھا۔ لٰہذا مقامی مُسلم حاکموں کے لئے داؔدو صاحب کو ایک سچّا فقیر ماننا بڑا مُشکل تھا۔ اُن دِنوں اجمیر سے ایک قاضی صاحب ساؔنبھر کے دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ وہ قُرآن شریف کو لئے ہوئے داؔدو صاحب کے پاس گئے اور اُنہیں دھمکاتے ہوئے اُن سے پُوچھا کہ وہ خُدا کو رام کہہ کر کُفر کا اِرتکاب کیوں کرتے ہیں۔ کیوں کہ رام کی پرستش کرنے والا تو کافر ہوتا ہے۔ داؔدو صاحب نے اپنی بات بڑی عاجزی مگر بڑی مضبُوطی سے واضح کرنے کی کوشش کی، اور کافر کا مطلب یوں بتلایا۔

سو کافر جو بولے کاف ، دل اپنا راکھے نہیں صاف
سائیں کو پہچانے ناہیں ، کُوڑ کپٹ سب اُس ہی ماہیں

یہ سُن کر قاضی صاحب اور بھی ناراض ہو گئے اور لگے اناپ شناپ بکنے۔ تب دادُو صاحب نے فرمایا۔

قاضی قضا نہ جانہی ، کاگد ہاتھِ کتیب
پڑھتا پڑھتا دِن گئے ، بھیتر ناہیں بھید

تب قاضی صاحب نے غُصّے میں آپے سے باہر ہوکر دادُو صاحب کے مُنہ پر مُکّا دے مارا۔ لیکن دادُو صاحب نے نہ تو اِس کا بُرا مانا اور نہ ہی ناراضگی ظاہر کی۔ بلکہ اپنے چہرے کے دُوسری طرف قاضی صاحب کے آگے کرتے ہُوئے کہا کہ آپ جِتنا جی چاہے مار کر اپنا غُصّہ نِکال لیجئے۔ کہا جاتا ہے کہ قاضی دادُو صاحب کی اِس عاجز مزاج شخصیت سے بیحد متاثر ہُوا اور شرمندہ ہو کر اُن سے معافی کا خواستگار ہُوا۔

کُچھ عرصہ بعد سانبھر میں ایک نیا حاکمِ اعلیٰ آیا۔ دادُو صاحب کے دُشمنوں نے اُسے اُکسایا کہ وہ اُن کو پاگل ہاتھی تلے مروا ڈالے۔ جب پاگل ہاتھی کو چھوڑا گیا تو تمام لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے مگر دادُو صاحب اِطمینان سے بے خوف اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ ہاتھی اُن کے پاس آکر چُپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اُسے مُحبّت سے تھپتھپایا اور خُدا کے شُکرانہ کا اِظہار یُوں کیا۔

جے تُو راکھے سائیاں، تو مار نہ سکے کوئے
بال نہ بانکا کر سکے ، جو جگ بیری ہوئے

سب لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے۔ لیکن دادُو صاحب کے دُشمنوں کو تب بھی اُن کی عظمت کا اِحساس اور عِلم نہ ہو سکا۔ اور وہ اُنہیں نُقصان پُہنچانے کے موقع کی تلاش میں رہنے لگے۔ ایک دِن صُبح جب دادُو صاحب خُدا کی حمد و ثنا کے گیت گا رہے تھے کہ اُنہوں نے اُس کا بُرا مانا۔ اور اُن پر الزام لگایا کہ یہ ہماری عِبادت و پرستش میں خلل ڈالتا ہے۔ تب اُن کو خُوب مار پیٹ کر حاکِمِ شہر کے حوالے کر دیا۔ جِس نے اُن کو حوالات میں بند کر دیا۔ لیکن دادُو صاحب کو تب بھی اُسی عشق و مستی کے گیت

گاتے سُن کر وہ سب دنگ رہ گئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ داؤد صاحب کا ایک جسم تو حوالات کی کوٹھڑی کے اندر ہے اور دُوسرا حوالات کے باہر ہے۔ اِس واقعہ نے حاکم وقت کی آنکھیں کھول دیں۔ اُس نے داؤد صاحب کو فوراً رہا کیا۔ اُن سے مُعافی مانگی اور اُن کے قدموں پر گر پڑا۔ تب داؤد صاحب نے کمالِ مہربانی سے اُس سے کہا۔

ہم سونا تُم کِیا سُونارا + تاوے دھنی رُو نام تُمہارا

اِس واقعہ کے بعد حاکِم شہر، داؤد صاحب کا حامی و ہم نوا ہو گیا، اور لوگوں کے دِلوں سے بھی اُن کی دُشمنی قریب قریب جاتی رہی۔

داؤد صاحب کی اُس کراماتی قُوت کو دیکھتے ہوئے ایک دفعہ سات مُختلف انجمنوں (جماعتوں) نے ایک ہی دِن مذہبی تہوار منانے کا فیصلہ کیا اور سب نے داؤد صاحب کو عین ایک ہی وقت پر اپنے ہاں شامل ہونے کی دعوت دی۔ مگر داؤد صاحب کسی ایک جماعت پر خاص مہربانی فرما کر دُوسروں کا دِل دُکھانا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ کہیں بھی نہ گئے۔ اور عِبادت و رِیاضت میں مشغول ہو گئے۔ لیکن رحمتِ حق کی بدولت وہ عین وقت پر ساتوں انجمنوں میں شامل پائے گئے۔

داؤد دیال صاحب کی فیاضی، رحم دلی اور مُعاف کرنے کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک رات اُن کے ڈیرہ میں ایک چور گھُس آیا۔ آہٹ سُن کر کُچھ مُریدوں کی نیند کھُل گئی اور اُنہوں نے آواز دی کہ کون ہے؟ کوئی جواب نہ مِلنے پر اُنہیں کُچھ شک گزرا۔ داؤد جی فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور مُریدوں سے کہا، "شور مت مچاؤ" اور اِدھر وہ ہلکی آواز میں چور سے یہ کہتے ہوئے سُنے گئے۔ "تُو جلد یہاں سے بھاگ جا ورنہ یہ لوگ تُجھے پکڑ کے سزا دیں گے۔" اگلے دن صُبح وہ چور داؤد صاحب کے پاس آیا اور آئندہ چوری نہ کرنے کی قسم کھائی۔

اب جبکہ حالات داؤد صاحب کے حق میں ہو گئے اور اُن کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی تو آمیر کے مشہور گلتا مٹھ کے ہندو مہنت نے داؤد صاحب کو اپنے فِرقہ میں مِلانے کے لئے مالا دتِلک (اُس وقت اپنے فِرقہ میں مِلانے کی روایتی رسم تھی)

دے کر چار سادھوؤں کو دادُو صاحب کے پاس بھیجا۔ لیکن دادُو صاحب نے اِن الفاظ میں فِرقہ میں شامل ہونے کی دعوت کو نامنظور کر دیا:

مالا تِلک سُوں کچھ نہیں ، کاہُو سیتی کام
انتر میرے ایک ہے ، اہ رنس اُس کا نام

اُن کے اِس جواب سے ناراض ہو کر سادھوؤں نے کہا کہ اگر دادُو صاحب اُن کی ہندُو سلطنت میں ہوتے تو وہ اُن کو اپنے فِرقہ میں ضرُور مِلا لیتے۔ لیکن اب سانبھر میں مُسلم حکومت ہونے کے باعث وہ کچھ خاص نہیں کر سکتے تھے۔ تب دادُو صاحب نے فرمایا کہ اِنشاءاللہ وہ آمیر بھی ضرُور آئیں گے۔

کچھ عرصہ بعد دادُو صاحب نے سانبھر چھوڑنے (آپ نے وہاں بارہ سال قیام کیا)، اور آمیر (موجُودہ جے پُور، راجستھان کی راجدھانی) کو رہائش بنانے کا فیصلہ کیا۔ آپ کی شُہرت آپ کی آمد سے پہلے ہی وہاں پہُنچ چکی تھی۔ لہٰذا اُن کا دِلی اِستقبال کیا گیا۔ بہُت سے مشہُور و معرُوف لوگ آپ کے مُرید بن گئے۔ آمیر کے راجہ بھگوان داس (راجہ مان سنگھ کے والد) خُود بھی عقیدت مند وحامی ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ جب دادُو صاحب آمیر میں تھے۔ تب مُغل شہنشاہ اکبر کی طرف سے اُن کو فتح پور سیکری آنے کا پیغام مِلا۔ لیکن دادُو صاحب نے فرمایا، "اِس غریب آدمی سے بادشاہ کو کیا لینا ہے؟ البتہ اگر خُدا کا بندہ اکبر آنا چاہے تو اُس کا اِستقبال ہے۔"

شہنشاہ اکبر اِس جواب کی رمز کو سمجھ کر بے حد خُوش ہوا۔ اور اُس نے 1586ء میں چالیس دن تک دادُو صاحب سے مذہبی مُعاملات پر گُفتگو کی۔ کہا جاتا ہے کہ اِس موقع پر مُسلم، جین و دیگر مذاہب کے علما، اور درویش بھی اِس گُفتگو میں شامل ہُوئے۔ وہ سب دادُو صاحب کے حیران کُن بلند، پُختہ و گہرے تجربہ والے پُرحقیقت اِفکار و خیالات سے بے حد مُتاثر ہوئے۔ اُن کے خُود اپنے اُصولوں پر مضبُوطی و عقیدت سے قائم رہتے ہوئے دُوسرے مذہبوں کے لئے بے حد عزت و تعظیم کے جذبہ نے اُن سب کو خاص طور پر مُتاثر کیا۔

جب دادُو صاحب کے اِن علم و عرفان سے پُر اقوال پر حیران ہو کر عُلماء و درویشوں نے اُن سے پُوچھا کہ اُنہوں نے یہ علم کس کتاب سے حاصل کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ قادرِ مُطلق اللہ تعالےٰ نے اِس علم و عرفان (گیان) کا تمام خزانہ ہمارے جسم کے اندر ہی رکھا ہے۔ جس سے با آسانی ہی سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(دادُو) کائیا انتر پائیا ، نِرنتر نر دھار
سہجیں آپ لکھائیا ، ایسا سمرتھ سار

اُن سے یہ پُوچھنے پر کہ وہ کس عِبادت گاہ میں خُدا کی پرستش کرتے ہیں، آپ نے اپنے جِسم کو ہی کعبۂ خُدا (ہری مندر) بتلایا اور یہ واضح کیا ہے کہ انترمُکھی پُوجا باطنی پرستش ہی اصل پرستش ہے۔

دادُو بھیتر پَیس کر ، گھٹ کے جڑے کپاٹ
سائیں کی سیوا کرے ، دادُو اوِگت گھاٹ
آتم ماہیں رام ہے ، پُوجا تاکی ہوئے
سیوا بندن آرتی ، سادھ کریں سب کوئے

خُدا کی نسل، ذات، جِسم و رنگ رُوپ کے مُتعلق دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔

عِسق اللہ کی جات ہے، عِسق اللہ کا انگ
عِسق اللہ اَوجُود ہے، عِسق اللہ کا رنگ

معلُوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر پر اِس بات کا گہرا اثر ہُوا۔ اور وہ مزید وسیع النظر ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے مُتعلق اور زیادہ بُرد بار ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اِسی تاثر کے تحت اِس مشہور مُغل بادشاہ نے سکوں سے اپنا نام ہٹا کر اُن پر ایک طرف 'جلِ جَلالُ ہُو' اور دُوسری طرف 'اللہُ اکبر' نقش کروایا۔

شہنشاہ اکبر دادُو صاحب کو ایک بھاری رقم دینا چاہتا تھا۔ مگر دادُو جی نے اپنے اصُول پر پابند رہ کر بڑی عاجزی سے نامنظُور کر دیا۔ وہ کبھی کسی سے روپیہ پیسہ نہیں لیتے تھے۔ اُن کا

اُصول تھا کہ جو چیز بھی نذر میں آتی اُسے فوراً لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بالآخر شہنشاہ اکبر نے اُن کو کچھ عطیہ دینے کا ایک طریقہ سوچا۔ بادشاہ کے پاس ایک ایسا طوطا تھا جسے قرآن شریف کے کچھ حصّے حفظ تھے، جن کو وہ دوہرایا کرتا تھا۔ وہ طوطا بیش قیمت جواہرات سے جڑے ہوئے سونے کے ایک پنجرہ میں رکھا جاتا تھا۔ شہنشاہ اکبر نے سوچا کہ دادُو صاحب اِس طوطے کو بطور نذر قبُول کر لیں گے، اور یُوں طوطے کے ساتھ اُس کا وہ بیش قیمت پنجرہ بھی اُن کو دے دیا جائے گا۔ مگر دادُو صاحب نے اِس نذر کو بھی قبُول نہ کرتے ہُوئے فرمایا کہ اُن کے پاس پہلے ہی اِس قسم کا حافِظ طوطا بصُورت نفس (من) موجُود ہے جو جسم کے پنجرہ میں رہتا ہے۔

دادُو یہ تن پنجرہ ، ماہیں من سُووآ
ایکے ناؤں اللہ کا ، پڑھ حافِظ ہُووآ

سنت دادُو دیال نے اِس طرح امیر و غریب سب کو بلا امتیاز مذہب و ملّت رُوحانیت کا سبق دیا، سرچشمۂ رُوحانیت سے سیراب کیا۔ اور سب کو رُوحانیت کے اَبرِ کرم سے فیضیاب کرتے ہوئے بے لوث جذبہ سے اپنی زندگی بسر کی۔ آپ نے اپنے جسمِ خاکی سے اپنا ناطہ بڑے وقار و پاکیزگی سے قطع کیا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری دن اپنے مُریدوں کو بڑے پُر جلال دِیدار دیئے۔ اُن سے وِداع لینے کے بعد غُسل کیا۔ اور ایک گوشۂ تنہائی میں موت کے انتظار میں گہرے مُراقبہ (سمادھی) میں چلے گئے۔

اِس آخری وقت میں اُن کے دونوں لڑکے چند عزیز مُریدوں کے ساتھ موجُود تھے۔ اُن کی پیشتر دی گئی ہدایت کے مُطابق کوئی گریہ و نالہ یا آہ و پُکار نہیں کی گئی۔ تب اُن کے (پیشتر دیئے) حُکم کے مُطابق اُن کے جسدِ خاکی کو ایک پالکی میں رکھ کر مقامِ رحلت نرینہ سے قریب بارہ میل دُور بھیرانہ کی پہاڑی پر لے جایا گیا۔ ایک اُونچے ٹیلہ پر رکھنے کے بعد سب نے اُن کے خاکی جسم کو آخری سجدہ کیا اور پھر اُسے ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ تب وہ سب لوگ مِل کر پیار سے خُدا کے عشق و مُحبّت کے گیت گانے لگے۔

داڈو صاحب کے پیرو کاروں (داڈو پنتھیوں) میں اِس کے متعلق ایک کہاوت رائج ہے کہ اُس وقت ایک عجیب واقعہ رُونما ہُوا۔ داڈو جی کے ایک بڑے مُرید ٹیلا کو پہاڑی کے درمیانی حِصّہ کے غار کے دروازہ پر داڈو صاحب کے دِیدار ہُوئے۔ اُس نے سب کی توجہ اُس طرف دِلائی۔ سب کو اپنے محبوب مُرشد کے دِیدار حاصل ہُوئے۔ تب آپ انہیں الوداع کہہ کر اوجھل ہو گئے بعد میں جب دیکھا گیا تو پالکی میں جِسم کی جگہ خُوشبُو دار پھُولوں کا ڈھیر پایا گیا۔ کبیر صاحب کی وفات کے متعلق بھی ایک ایسی ہی کہاوت مشہُور ہے۔

تعلیم

تعلیم

آپا میٹے ہر بھجے ، تن من تجے بکار
نر بیری سب جیو سوں، دادُو یہ من سار

دادُوصاحب کی تعلیم کو ذرا مُفصّل طور پر اس حصّہ کے بعد دُوسرے حصّہ " دادُو دیال کا کلام " کے تحت دیا جائے گا۔ اِس لئے ہم یہاں اُن کی تعلیم کا مُختصر خاکہ پیش کر رہے ہیں۔ جِس سے اُن کی تعلیم سے بُنیادی طور پر تعارف ہو جائے اور ساتھ ہی یہ بھی علم ہو جائے کہ کتاب ہذا میں اُن کے جِن اشعار کو یکجا کیا گیا ہے وہ اُن کی تعلیم کا کِتنا مقدّم و اہم جزو ہیں۔ اِس میں قدرے تکرار کا اِحساس ضرور ہو گا، مگر اِس سے پڑھنے والے کو دادُوصاحب کی تعلیم کے بُنیادی عناصر کو موزُوں طور پر سمجھنے میں کافی مدد مِلے گی۔

دادُوصاحب کے مُطابق یہ حیاتِ اِنسانی ہی ازل سے جاری زندگی و موت کے چکر سے نجات پانے کا واحد موقع ہے۔ اِس لئے اِسے " درِ نجات " کہا گیا ہے۔ اگر اِس مقصد کی تکمیل نہ کی گئی تو سمجھیے کہ حصُولِ حق (پربھو پراپتی) کا یہ نادر اور نایاب موقع یُونہی رائیگاں چلا گیا جیسا کہ دادُوصاحِب نے خُود فرمایا ہے۔

۱۔ ایسا جنم امولک بھائیٔ ، جامیں آئیٔ مِلے رام رائیٔ
2۔ مَنیشا دیہہ مُکتی کا دُوارا

3۔ جیون میلا نہ بھیّا، جیون پرس نہ ہوئے
جیون جگ پتی نہ مِلے، داڈو بُوڑے سوئے

جِس خُدا کی ہمیں تلاش ہے وہ ہم سے کہیں دُور نہیں ہے۔ ہم سب کے باطن میں موجُود ہے۔

پُوجن ہارے پاس ہے، دیہی ماہیں دیو
داڈو تاکوں چھاڑ کر، باہر مانڈی سیو

رُوح بصُورت دُلہن اور خُدا بصُورت خاوند دونوں ایک ہی سیج پر ہیں مگران میں ملاپ نہیں ہے، ہو بھی کیسے؟ جب رُوح توغافل ہوکر سورہی ہے۔

خالِق جاگے جِیارا سووے + کیوں کر میلا ہووے
سیج ایک نہیں میلا + تاتھیں پریم نہ کھیلا
سائیں سنگ نہ پاوا + سووت جنم گنوّاوا
غافِل نیند نہ کیجے + آؤ گھٹے تن چھیجے
داڈو جیو ایانا + جھُوٹھے بھرم بھُلانا

اپنے ہی باطن میں مُقیم محبُوب سے وِصال نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؛ نفس یا تکبّر و خُودی کا پردہ ہی محبُوب خُدا کو اُس کی محبُوبہ رُوح سے علیحدہ رکھتا ہے۔ نفس امارہ (من) کی پیدا کردہ لاعلمی یا وہموں کے باعث رُوح یہ نہیں سمجھتی کہ وہ خُدا سے جدُا نہیں۔ اپنی اِس ہم آہنگی و یکجائی کا عِلم نہ ہونے کی وجہ سے اپنی علیحدہ ہستی یا خُودی و تکبّر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اِنسان 'میں' اور 'تُو' کے علیحدہ پن اور اِنفرادیت کے وہم میں مُبتلا رہتا ہے۔ دراصل نفس (من) ہی اِس تمام فساد کی جڑ ہے۔ اِک شُترِ بے مُہار کی مانند حقیر حواس و لذات کے پیچھے دوڑنے والے اِس سرکش نفس کو روکنا یا قابُو میں لانا گویا نامُمکن نظر آتا ہے۔ مگر جب تک اِسے روک کر ساکن و مُطمئن نہیں کیا جاتا حصُولِ حق (پربھو پراپتی) نامُمکن ہے۔ جیسا کہ داڈو صاحب کا سُخن ہے۔

1. میرے آگے میں کھڑا، تاتھیں رہیا لُکائی
دادُو پرگٹ پیو ہے، جے یہ آپا جائی
2. ہستی چھوٹا من پھرے، کیوں ہی بندھیا نہ جائی
بہُت مہاوت مرِ گئے، دادُو کچھُ نہ بسائی
3. جب لگ یہ من تھِر نہیں، تب لگ پرس نہ ہوئی
دادُو منواں تھر بھیّا، سہج ملے گا سُوئی

ہمارے اِس خطرناک دشمن نفس کی متلون مزاجی (چنچلتا) واُچھل کُود کو روکنے کا واحد کارگر طریقہ ہے ـــــ عبادتِ نامِ حق (نام بھگتی)۔ نفس لذّات کا عاشق ہے۔ اِس لئے یہ تب تک دُنیاوی نفسانی لذات کو ترک نہیں کرسکتا۔ جب تک اُسے اِن لذات سے کہیں زیادہ پُر لُطف وشیریں لذّت ومزہ نہ مِل جائے۔ شبد،نام یا اِسم اُس عظیم ذاتِ لُطف و سُرور کی ہی صُورت ہونے کے باعث اُس اِنتہائی شیریں آبِ حیات سے لبریز ہے۔ جس سے لُطف اندوز ہونے کے بعد یہ نفس ہمیشہ کے لئے مُطمئن و پُر سکُون ہوجاتا ہے۔ دادُو صاحب فرماتے ہیں۔

1. کوئی جتن کرکر مُوئے، یہ من دہ دِس جائے
رام نہ روکیا رہے، ناہیں آن اُپائے
2. (دادُو) سادھ سبدسوں مِل رہے + من راکھے بلملئے
سادھ سبد بِن کیُوں رہے + تب ہی بیکھر جائے
3. اہو نرنِیکا ہے ہر نام
دُوجا نہیں ناوُں بِنا نِیکا، کہہ لے کیول رام
نِرمل سدا ایک ابِناسی، اجراکل رس ایسا

اللہ تعالےٰ کی صُورت ہونے کے باعث فقط شبد، نام یا کلمہ میں ہی کئی یُگوں سے جمع شُدہ اعمال کے بے پناہ انبار کو ختم کرنے کی طاقت ہے۔ اور فقط کلمۂ الٰہی ہی ہمیں اُن رُوحانی طبقات میں لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جہاں اعمال کا قانُون ہمیں چھُو تک نہیں

سکتا۔ قانونِ اعمال (کرموں کا قانون) تب تک لاعِلاج ہے جب تک ہم ترلوکی کے منڈل (تینوں جہان کو (جہاں قانونِ اعمال بے روک ٹوک چلتا ہے) پار نہیں کر لیتے اور اُس کُل مالک سے ہم آہنگ نہیں ہو جاتے۔ (جو سب کا مالک و مُختار ہے) جیساکہ داؤد صاحب نے فرمایا ہے۔

۱. ایک صُورت من رہے، ناؤں نرنجن پاس
داؤد تب ہی دیکھتاں، سکل کرم کا ناس

2. کرم پھراوے جیو کُوں، کرموں کُوں کرتار
کرتار کُوں کوئی نہیں' داؤد پھیرن ہار

نام یا کلمۂ الٰہی جو نفس کی بُرائیوں اور اعمال کے جنجال کو ختم کرنے کا واحد با اثر طریقہ ہے۔ صِرف مُجسّم مُرشدِ کامل (دیہہ دھاری ستگورو) سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ خُدا کے عظیم محل کی کُنجی فقط اُن ہی کے پاس ہے۔ مُرشدِ کامل کے بتائے ہوئے طریق کا شغل کرنے اور اُن کی تعلیم کے مُطابق زندگی بسر کرنے سے شاغل، شبد، نام، کلمۂ الٰہی یعنی خُود خُدا سے واصل ہو جاتا ہے جیساکہ داؤد صاحب نے اپنے الفاظ میں بخُوبی واضح کیا ہے۔

۱. داؤد دت دربار کا، کو سادھو بانٹے آئے
تہاں رام رس پایئے، جہنٛہ سادھو تہنٛہ جائے

2. داؤد دیو دیال کی، گورُو دِکھائی باٹ
تالا کُونچی لائے کر، کھولے سبے کپاٹ

3. ستگورُو سبد اُلنگھ کر، جِن کوئی سِش جائے
داؤد پگ پگ کال ہے، جہاں جائے تہنٛہ کھائے

شبد، نام، کلمۂ الٰہی یا خُود خُدا، مُرشدِ کامل کے ذریعہ ہی کیوں مِلتا ہے؟ داؤد صاحب کے مُطابق اِس کی وجہ یہ ہے کہ مُجسّم مُرشدِ کامل خُدا ہی کی صُورت ہوتا ہے۔ اور خُدا اور اُس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اِس لئے اُس لابیاں و نارسا خُدا تک پہُنچنے کے لئے اُس کے ظاہرہ و باآسانی دستیاب ذریعہ (مُرشدِ کامل) کا سہارا لینا لازم ہوتا ہے۔ داؤد صاحب

نے واضح طور پر یہ سمجھا دیا ہے:

۱. آپ نرنجن یوں کہے ، کیرتی کرتار
میں جن سیوگ دوئے نہیں، ایکے انگ سار

2. جیوں یہ کائیا جیو کی، تیوں سائیں کے سادھ
دادُو سب سنتو کہیئے ، ماہیں آپ اگادھ

وہ مالک سراپا عشق ہے لہٰذا مُرشد کامل کی دِکھلائی راہ بھی عشق و عبادت کی راہ ہوتی ہے۔ خُدا کا سچّا عشق ہجر کی تیز شدّت سے اضافہ پاتا ہے اور عاشقِ صادق اپنے عشقِ شدید سے ہی خُود کو (اپنی اِنفرادیت یا خُودی کو) ختم کر دیتا ہے۔ وہ زندہ مُردہ ہو جاتا ہے۔ بیداری کی رَو کو جسم کے نو دروازوں سے (سمیٹ) ہٹا کر نقطۂ سویدا پر یکسو کرنے کے عمل و شغل کو درویشانِ حق کی زبان میں "زِندہ مرنا" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اِس شغل کے ذریعہ بیداری کی رَو کو سمیٹنے کا عمل بالکل وقتِ مرگ کے عمل کی مانند ہوتا ہے۔

۱. پنتھیڑا پنتھ پچھانی رے پیوَ کا ، گہہ برہے کی باٹ
جیوت مرتک ہوے چلے ، لنگھے اوگھٹ گھاٹ

2. جیون ماتُ ہوَے رہے، سائیں سنمکھ ہوئے
دادُو پہلی مر رہے، پاچھے تو سب کوئے

پاکیٔ باطن اور عشقِ مولا (آتم شدھی اور پربھو پریم) کیلئے درویشانِ حق اور اُن کے مُریدوں کی صُحبت بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اِس بات پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ شاغل فُقرائے کامل و شاغلان صادق (سچّے ابھیاسیوں) کی صُحبت کرے۔ اور نام نہاد فقیروں و عاملوں کی صحبت سے دُور ہی رہے۔ دادُو صاحب فرماتے ہیں۔

۱. (دادُو) اسادھ مِلے انتر پڑے، بھاوُ بھگتی رس جائے
سادھ مِلے سکھ اُوپجے ، آنند انگ نہ مائے

2. سنگت بِن سیجھے نہی ، کوٹ کرے جے کوئے
دادُو ستگور سادھ بِن، کبھوں سُدھ نہ ہوئے

عشقِ حقیقی کی نشو و نُما و ترقّی کے لئے جسم، نفس و رُوح کی پاکیزگی ازحد لازم ہے۔ اِن تینوں کا بدستُور باہمی تعلق ہے۔ اِس لئے اِن میں سے کسی ایک کی پاکی و ناپاکی دُوسروں پر یقیناً اثرانداز ہوتی ہے۔ اِس سے بخُوبی واضح ہے کہ شاغل کا اپنے جسم کی پاکیزگی کے لئے گوشت انڈے، مچھلی و شراب وغیرہ سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔ جسم کے پاک ہونے پر ہی (نام) کلمۂ الٰہی کے آبِ لطیف سے نفس اور رُوح کو پاک کیا جاسکتا ہے۔ پاکئی جسم کے بغیر شغلِ کلمۂ الٰہی (شبد ابھیاس) میں کامرانی ناممکن ہے۔

۱. اندھے کُوں دیپک دِیا، تو بھی تِمر نہ جائے
سودھی نہیں سریر کی، تاسن کا سمجھائے

2. مانس اہاری مد پوے، وِشئے بکاری سوئے
دادُو آتم رام بن، دَیا کہاں تھیں ہوئے

3. (دادُو) رام نام جلم کرتوا، سنانم سدا جتا
تن من آتم نرملم، پنچ بھُوپا پنگتا

خُدا ہمارے اندر ہے اِس لئے اُسے پانے کے لئے فقط باطنی شغل و طریق کی ہی ضرورت ہوتی ہے (اِس معاملہ میں) تمام باہری مذہبی یا شرعی عمل بے معنی و ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ اِس بارہ میں دادُو صاحب بڑی وضاحت سے فرماتے ہیں۔

۱. اُوپرے عالم سب کرے، سادھو جن گھٹ ماہیں
دادُو ایتا انترا، تاتھیں بنتی ناہیں

2. (دادُو) کوئی دوڑے دُوارکا، کوئی کاسی جاہیں
کوئی متھرا کو چلے، صاحِب گھٹ ہی ماہیں

القصہ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ درویشانِ حق کی تعلیم کسی فرضی تخیّل یا سُنی سُنائی بات پر مبنی نہیں ہوتی۔ اُن کو اپنے ذاتی تجربہ و مشاہدہ سے جو علم و عرفان حاصل ہوتا ہے وہ فقط اُسے ہی بیان کرتے ہیں۔ دادُو صاحب کے مندرجہ ذیل ارشادات اُسے بڑے

باوثوق طور پر واضح کرتے ہیں۔

دادُو دیکھا دِیدہ سب کوئی کہت شُنِیدہ
ہَوا حرص اندر بس کیدہ[1]، تب یہ دِل بھیا سِیدھا
انہد ناد گگن گرُھ گرجا، تب رس کھایا امی[2] دا
سُکھمن سُن سُرت محلن یں، آیا اجر عقیدہ
اشٹ کنول دَل، درِگ میں درشن، پایا خُود خُودی[3] دا
جیسے دُودھ، دُودھ، دَدھیہ ماکھن، بِن متھے بھید نہ گھی دا
ایسے تتّ متّ ست سادھن، تب ُٹک نشہ پِیا پی دا
ناہِیں وہ جوگ گیان مُدّرانت، یہ گت اور پدیدا[4]
جو کوئی چِین لِین یہ مارگ، کارج ہو گیا جی دا[5]
مُرشد ست گگن گورُو لکھیا، تن من کِین اُسی دا[6]
عاشق یار ادھر لکھ پایا، ہو گیا دِیدم دِیدہ

---

[1] کِیا۔ [2] آبِ حیات، امرت۔ [3] خُود خُدا کا۔ [4] وصالِ حق کتابی علم کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ تو راہِ دیگر ہے۔ یعنی مُرشد کامل کے بتلائے رُوحانی طریقِ عمل اور اُس کی رحمت سے ہی اندرُونی رُوحانی طبقات میں مُرشدِ الور کے نُوری دِیدار ہوتے ہیں۔ [5] رُوح (آتما) کا۔
[6] دِیدارِ مُرشد کے بعد جسم و جاں اُسی کے کر دیئے۔

چُنیدہ کلام

حیاتِ انسانی کا مقصد

۱. حصولِ حق (پربھو پراپتی)

اللہ تعالےٰ سے وِصال فقط حیاتِ اِنسانی میں ہی مُمکن ہے۔ ہم جامۂ اِنسان میں ہی سچے نام یعنی کلمۂ الٰہی یا شبد کی کشتی پر سوار ہو کر اس بحرِ ظُلمات سے پار اُتر سکتے ہیں۔

اِس جسمِ اِنساں کو ہی پرماتما کا مندر، کعبۂ حق، نر نرائینی دیہہ یا درِ نجات کہا گیا ہے۔ یہ خُوش نصیبیٔ نادر موقع بار بار نہیں مِلتا۔ لہٰذا حیاتِ اِنسانی کا جو عرصہ حواس و نفسانی لذّات اور دُنیا کی فانی اشیا کو حاصل کرنے میں صرف ہُوا، وہ بے سُود و رائیگاں گیا۔ دراصل وہی عرصۂ حیات با مقصد و کامران ہے جو عشق و عبادتِ حق (پربھو بھگتی) میں بسر ہُوا۔

عاشقانِ حق رُوحانیت کے بیش قیمت ہیرے جمع کرتے ہیں اور وصالِ حق کی راحت سے سربسر لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن بے شعُور دانا ڑی لوگ حقیر حواس کی لذات کے کُوڑے کا ڈھیر لگانے میں اپنا بیش قیمت وقت ضائع کرتے ہیں۔ اور بالآخر کفِ افسوس ملتے ہیں۔

بار بار یہہ تن نہیں ، نر ناراین دیہہ
دادُو بہوُر نہ پایئے جنم امولک یہہ
دُکھ دریا سنسار ہے، سُکھ کا ساگر رام
سُکھ ساگر چل جایئے، دادُو تج بے کام

(دادُو) دریا یہ سنسار ہے، رام نام نج ناؤ
دادُو ڈِھیل نہ کیجئے، یہ اوسر[1] یہ ڈاؤ[2]
کچھُو نہ کہاوے آپ کوُں، سائیں کوُں سیوے
دادُو دُوجا چھاڑ سب نام نج لیوے
(دادُو) ایسے مہنگے مول کا، ایک سانس لے جائی
چودہ لوک سمان سو، کاہے ریت مِلائی
(دادُو) نربکار نج ناؤں لے، جیون ایہہ اُپائی
دادُو کِرترم کال ہے، تاکے نِکٹ نہ جائی
یہی جگ جیون سو بھلا، جب لگ ہردے رام
رام بِنا جے جیونا، سو دادُو بے کام
صاحِب مِلیا تے سب مِلے، بھینٹے بھینٹا ہوئے
صاحِب رہیلتے سب رہے، نہیں تے ناہیں کوئے
نہچل کا نہچل رہے، چنچل کا چَلِ جائے
دادُو چنچل چھاڑ سب، نہچل سیوں لیو لائے
کوٹ برس کیا جیونا، امر بھئے کیا ہوئے
پریم بھگت رس رام بن، کا دادُو جیون سوئے
لوہا ماٹی مِل رہیا، دِن دِن کائی کھائے
دادُو پارس رام بن، کتھوں گیا بلائے
لوہا پارس پرس کر، پلٹے اپنا انگ
دادُو کنچن ہوئے رہے، اپنے سائیں سنگ

[1] موقع [2] داو

(دادو) ہیرا پگ سوں ٹھیلِ کر، کنکر کوں کر لین
پار برہما کوں چھاڑِ کر، جیون سوں ہِت کین
(دادو) سب کو و نِجے کھار کھل[1] ہیرا کوئی نہ لیئے
ہیرا لے گا جوہری، جو مانگے سو دیئے
دادو پچھتایا رہیا، سکے نہ ٹھا ہر لائے
ارتھ نہ آیا رام کے، یہ تن یُونہی جائے
کہتاں سُنتاں دِن گئے، ہوَے کچھُو نہ آدا
دادو ہر کی بھگت بِن، پرانی پچھتاوا
(دادو) کر سائیں کی چاکری، یہ ہر ناؤں نہ چھوڑ
جانا ہے اُس دیس کوں، پریِتی پیاسوں جوڑ
آیا پر سب دُور کر، رام نام رس لاگ
دادو اوسر جات ہے، جاگ سکے تو جاگ
ایسا جنم امولک بھائی + جامیں آئے ملے رام رائی
جامیں پران پریم رس پیوے + سدا سُہاگ سیج سُکھ جیوے
آتم آئی رام سوں راتی + اکھِل امردھن پاوے تھاتی
پرگٹ پرسن درسن پاوے + پرم پُرش مل ماہیں سماوے
ایسا جنم نہیں نر آوے + سوکیوں دادُو رتن گنوادے
من رے بہُور نہ ایسے ہوئے
پیچھیں پھر پچھتاوے گا رے، نیند بھرے جن سوئے
آگم سارے سنچ[2] کری لے، تو سُکھ ہووے توہے

---

[1] اہل دُنیا کھاری اور بے کار چیزوں یعنی کُوڑا کرکٹ کے خریدار ہیں۔ [2] جمع کرلے

پریت کری پوَ پائیے، چرنوں راکھے موہے
سنسار ساگر وِشم اَتی بھاری، جن راکھے من موہے
دادُو رے جن رام نام سوں، کسمل[1] دیہی دھوئے
بار بار تن نہیں باورے، کاہے کو[2] بادِ گنواوے رے
بِنست بار کچھو نہیں لاگے، بہُور کہاں کوُں پاوے رے
تیرے بھاگ بڑے بھاودھر کینہا، کیوں کر چِیتر بناوے رے
سو توُں لیئی وِشے میں ڈارے، کنچن چھار مِلاوے رے
توُں مت جانے بہُر پایئے، اب کے جِن ڈہکاوے رے
تین لوک کی پُونجی تیری، بنج بیگی سو آوے رے
جب لگ گھٹ میں سانس باس ہے، تب لگ کاہے نہ دھاوے رے
دادُو تن دھرناؤں نہ لینہا، سو پرانی پچھتاوے رے

2. دیر نہ کیجئے

اِس لمحاتی و بے سکون اِنسانی زندگی کا انجام بڑی تیز رفتاری سے ہر لمحہ قریب چلا آرہا ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ وقت ضائع کئے بغیر اللہ کی پناہ میں چلے آئیں۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل بطور اِنسان زندگی کے دَوران ہی کر سکتے ہیں بعد از مرگ نہیں۔

دادُو یہ گھٹ کاچا، جل بھریا بِنست ناہیں بار[3]
یہ گھٹ پھوُٹا، جل گیا، سمجھت ناہیں گنوار
پھوُٹی کایا جاجری[4]، نوَ ٹھاہر کاٹی[5]
تا میں دادُو کیوں رہے، جیو سریکھا پانی

---

[1] میل، مُراد، گناہ [2] فضول، بے سُود۔ [3] دیر [4] جرجری، کمزور، بوسیدہ [5] سُوراخ۔
اِس جسِم خاکی کو نو در کا مکان کہا گیا ہے۔ کیوں کہ اِس میں نو دروازے یعنی سُوراخ ہیں — دو آنکھیں دو کان کے سُوراخ دو ناک کے سُوراخ، ایک مُنہ اور دو نیچے پیشاب و پاخانہ کے۔

باؤ[1] بھری اِس کھال کا، جھوٹھا گرب گمان
دادُو ہنسے دیکھتاں، تس کا کیا ابھیمان
یہ بن ہریا دیکھ کر، پھُولیو پھرے گنوار
دادُو یہ من مرگلا[2]، کال اہیڑی[3] لار
دادُو کایا کاروِیں[4]، دیکھت ہی چل جائے
جب لگ سانس سریر میں، رام نام لیو لائے
بیگ بٹاؤ پنتھ سِر، اب بلمب نہ کیجیے
دادُو بیٹھا کیا کرے، رام نام جپ لیجیے
سنجھیا چلے اُتاولا، بٹاؤ بن کھنڈ ماہیں
برِیاں[5] ناہیں ڈِھیل کی، دادُو بیگ گھر جاہیں
پُوت پِتا تھیں بچھُڑیا، بھُول پڑیا کِس ٹھور
مرے نہیں اُر پھاٹ کر، دادُو بڑا کٹھور
دادُو اوسر چل گیا، برِیاں گئی بِہائے[6]
کر چھٹکیں کہیں پایئے، جنم اَمولک جائے
(دادُو) کال ہمارا کر گہے، دِن دِن کھینچت جائے
اجھوں جیو جاگے نہیں، سووت گئی بِہائے
دادُو دیکھت ہی بھیّا، سیام برن تھیں سیت
تن من جوبن سب گیا، اجھوں نہ ہرسوں ہیت
(دادُو) جیوت چھُوٹے دیہہ گُن[7]، جیوت مُکتا ہوئے
جیوت کاٹے کرم سب، مُکت کہاوے سوئے

---

[1] ہوا۔ [2] ہرن۔ [3] شکاری۔ [4] سرائے جہاں کارواں یا قافلہ ٹھہرتا ہے۔ [5] وقت۔
[6] وقت گزرتا جارہا ہے۔ [7] یہ تین اوصاف کا جسم۔

(دادُو) جیوت ہی دُوتر[1] ترے، جیوت لنگھے پار
جیوت پایا جگت گوُر، دادُو گیان بچار
جیوت میلا نہ بھیا، جیوت پرس نہ ہوئے
جیوت جگ پتی نہ ملے، دادُو بُوڑے سوئے
دادُو چھُٹے جیوتاں، مُوآں چھُوٹے ناہیں
مُوآں پیچھیں چھُوٹیئے، توسب آئے اُس ماہیں[2]
مُوآں پیچھے بیکُنٹھ باسا، مُوآں سُرن پٹھاویں
مُوآں پیچھے مُکت بتاویں، دادُو جگ بوراویں[3]

بٹاؤ رے چلنا آج کہ کالہہ[4]
سمجھ نہ دیکھے کہا سُکھ سووے، رے من رام سنبھال
جیسے ترور برش بسیرا، پنکھی بیٹھے آئے
ایسے یہ سب ہاٹ پسارا، آپ آپ کوں جائے
کوئی نہ تیرا سجن سنگاتی، جن[5] کھووے من مُول
یہہ سنسار دیکھ جن بھُولے، سب ہی سیمبل پھُول[6]
تن نہ تیرا دھن نہ تیرا، کہا رہیو اِیہیں لاگ
دادُو ہرِبن کیوں سُکھ سووے، کاہے نہ دیکھے جاگ
جب گوبند بسر جن جائے + جنم سپھل کریئے لے لائے
ہر سُمرن سیوں ہیت لگائے + بھجن پریم جس گوبند گائے

---

[1] دُوتر۔ ایسا سمندر جس میں تیرنا دشوار ہو۔ [2] اگر موت کے بعد نجات مِلتی تو سبھی نجات یافتہ ہو جاتے کیوں کہ موت توسب کو آتی ہے۔ [3] دُنیا کو بے وقوف بناتے ہیں۔ [4] کل۔ [5] مت۔ [6] طوطا سیمبل کے درخت پر دِل کش پھُول کو دیکھ کر اِس اُمید پر بیٹھا رہتا ہے کہ اِس خُوبصورت نظر آنے والے پھُول پر بڑا مزیدار پھل لگے گا۔ لیکن جب پھل لگتا ہے اور طوطا اُسے کھانے کے لئے چونچ مارتا ہے تو اِس پھل کی ساری رُوئی اُڑکر باہر چلی جاتی ہے اور اُس کے ہاتھ کچُھ نہیں لگتا۔ البتہ اگر کچے بے مزہ پھل کو چونچ مارتا ہے تو کچّی رُوئی اُس کی چونچ میں پھنس جاتی اور بے حد تکلیف کا باعث بنتی ہے۔

منشّا دیہہ مکتِ کا دُوار + رام سُمر جگ سَرجن ہارا
جب لگ بِشم بیادھ نہیں آئی + جب لگ کال کایا نہیں کھائی
جب لگ سبد پلٹ نہیں جائی + تب لگ سیوا کر رام رائی
اُوسر رام کہس نہیں لوئی + جنم گیا تب کہے نہ کوئی
جب لگ جیوے تب لگ سوئی + پیچھے پھر پچھتاوا ہوئی
سائیں سیوا سیوگ لاگے + سوئی پاوے جے کوئی جاگے
گورمکھ بَھرم بھرم سب بھاگے + بہُور نہ اُلٹے مارگ لاگے
ایسا اُوسَر بہُور نہ تیرا + دیکھ بچار سمجھ جیہ میرا
دادُو ہار جیت جگ آیا + بہُت بھانتِ کہہ کہہ سمجھایا

3. مادیت کا دامِ فریب

مایا اور مادّیت نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے نتیجہ یہ کہ ہم میں شیطان (کال) و رحمان (دیال) میں اِمتیاز کی صلاحیت نہیں رہی۔ ہم اِس اندھے پن کی حالت میں باہر سے دِل کش دِکھائی دینے والی دُنیا کی زہریلی اشیا مثلاً زر، زن و زمین کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں اور تباہی کے گہرے گڑھوں میں گِرتے چلے جاتے ہیں۔

حالانکہ مادّیت، غفلت و غرور کے غِلاف میں لِپٹی یہ رُوح اپنے سدا بیدار محبوب خُدا کے ساتھ ایک ہی بِستر پر لیٹی ہوئی ہے مگر اُس کا اپنے محبوب سے وِصال نہیں ہوتا۔ اِسی لئے درویشانِ حق اور فُقرائے کامل رُوح کو بیدار کرتے اور یاد دِلاتے ہیں کہ وہ اپنی چند روزہ زندگی کو برباد نہ کرے اور اپنے محبوب خُدا کو خُوش کر کے اُس کے عشقِ لافنا کی حقدار ہو جائے۔

(دادُو) مایا پھوڑے نَین دُوئی، رام نہ سُوجھے کال
سادھ پُکارے مَیرُ[3] چڑھ، دیکھ اگنی کی جھال

---

[1] اِنسانی جسم۔ جامۂ اِنسان [2] موقع [3] پہاڑ۔ یہاں مُراد ہے علم و عرفان کی چوٹی

(دادُو) امرت رُوپی آپ ہے، اور سبے وِشں جھال
راکھن ہارا رام ہے، دادُو دُوجا کال

باجی چِہرِ[1] رچائے کر، رہیا اپرچھن[2] ہوئی
مایا پٹ پڑدہ دِیا، تاتھیں لکھے نہ کوئی

دادُو سائیں ست ہے، دُوجا بھرم بکار
ناؤں نرنجن نرملا، دُوجا گھور اندھار

سُت بت مانگے باورے، صاحب سی نِدھ[3] میل
دادُو دے نرپھل گئے، جیسے ناگر بیل[4]

آئی روجی جیوں گئی، صاحب کا دیدار
گہلا لوگوں کارنے، دیکھے نہیں گنوار[5]

(دادُو) بُوڑ رہیا رے باپُرے، مایا گرہ کے کُوپ
موہیا کنک اُروکامنی، نانا بدھ کے رُوپ

(دادُو) کام کٹھن گھٹ چور ہے، گھر پھوڑے دِن رات
سووت ساہ نہ جاگئی، تَت بَست لے جات

جیوں گُھن لاگے کاٹھ کُوں، لوہے لاگے کاٹ[6]
کام کیا گھٹ جاجرا[7] دادُو بارہ باٹ

---

[1] عجیب۔ نرالی۔ [2] پوشیدہ [3] اے نادان اِنسان تُو ناحق اولاد و مال و زر مانگتا پھرتا ہے۔ اِن کو چھوڑ اور دَولتِ عشقِ مولا جمع کر۔ [4] پان کی بیل جسے کبھی پھل نہیں لگتا۔ [5] یہ جامۂ اِنسان ہی وہ موقع تھا جس میں عبادتِ حق کر کے 'اُس' کا دیدار کر پاتا۔ مگر نادان اِنسان نے دُنیا اور رشتہ داروں کی خاطر یہ نادر موقع یوں ضائع کر دیا جیسے کوئی سامنے رکھے ہوئے کھانے کو نہ کھائے۔ [6] زنگ۔ [7] کمزور۔

کال کنک اور کامنی[1]، پر ہر اِن کا سنگ
دادُو سب جگ جل مُوآ، جیوں دیپک جوت پتنگ
دادُو من مِرتک بھیّا، اِندری اپنے ہاتھ
توَ بھی کدے نہ کیجئے، کنک کامنی ساتھ
مایا سانپنی سب ڈسے، کنک کامنی ہوئے
برہما بِسن مہیس لوں، دادُو بچے نہ کوئے
ناری پُرش کوُں لے مُوئی، پُرشا ناری ساتھ
دادُو دُونیوں پچ مُوئے، کچھُو نہ آیا ہاتھ
ناری پیوے پُرش کوُں، پُرش ناری کوُں کھائے
دادُو گورُ کے گیان بِن، دُونیوں گئے بِلائے
خالِق جاگے جیارا سووے، کیوں کر ہووے میلا
سیج ایک نہیں میلا، تاتھیں پریم نہ کھیلا
سائیں سنگ نہ پاوا، سوورت جنم گنواوا
غافِل نیند نہ کیجے، آو گھٹے تن چھیجے
دادُو جیو ایانا، جھُوٹھے بھرم بھُلانا
جات کت مدَ کوَ ماتو رے
تن دھن جوبن دیکھ گر بانو، مایا راتو رے
اپنو ہی رُوپ نین بھر دیکھے، کامِن کو سنگ بھاوے رے
بارم بار وِشے رت مانے، مری بوچیت نہ آوے رے
میں بڑ آگیں اور نہ آوے، کرت کیت ابھیمانا رے
میری میری کرکر بھُولیو، مایا موہ بھُلانا رے

---

[1] مُراد عورت یا مَرد کی نفسانی خواہشات سے ہے۔

مَیں یں کرت جنم سب کھوئیو، کال سِرہانے آیو رے
دادُو دیکھ مُوڑھ نر پَرانی ، ہر بِن جنم گمایو رے
سجنی رجنی[1] گھٹتی جائے
پل پل چھیجے اوَدھ دِن آوے، اپنوں لال منائے
اَت گت نیند کہا سُکھ سووے، یہ اوسر چل جائے
یہ تن بِچھریں بہُور کہَیں پاوے پیچھے ہی پچھتائے
پران پتی جاگے سُندری کیوں سووے، اُٹھ آتُر گہہ پائے
کومل بچن کرُونا کر آگے، نکھ سِکھ رہو لپٹائے
سکھی سُہاگ سیج سُکھ پاوے ، پریتم پریم بڑھائے
دادُو بھاگ بڑے پِو پاوے ، سکل سرومنی رائے

بیداری کی فضیلت

اِس فانی،عارضی و لمحاتی دُنیا میں فقط بیدار اِنسان ہی تباہی سے بچ سکتا ہے اور اپنے حیاتِ اِنسانی کے مقصد کی تکمیل کر سکتا ہے۔

دادُو اچیت نہ ہوئیے ، چیتن سَوں چت لائے
مَنوا سوتا نیند بھر ، سائیں سنگ جگائے
جاگت کوُں کدے نہ مُسے[2] کوئی
جاگت جان جتن کر راکھے ، چور نہ لاگو ہوئی
سووت ساہ بستُو نہیں پاوے، چور مُسے گھر گھیرا
آس پاس پہرو کوؤ ناہیں ، بستیں کین نبیرا

---

[1] رات یعنی شبِ وِصال گویا حیاتِ اِنسانی کم ہوتی جا رہی ہے۔ [2] چُرانا، چُرائے۔

پیچھیں کہُو کیا جاگے ہوئی، بستُو ہاتھ تھیں جائی
بیتی رین بہوُر نہیں آوے، تب کیا کری ہے بھائی
پہلے ہی پہرے جے جاگے، بستُو کچھُو نہیں چھیجے
دادُو مُگت جان کر ایسی، کرنا ہے سو کیجے
جیارا چیت رے، جن جارے
ہے جئیں ہر سوں پریت نہ کینی، جنم امولک ہارے
بیر بیر سمجھایو رے جیارا، اچیت نہ ہوئے گنوارے
یہ تن ہے کاگد کی گڑیا، کچھُو ایک چیت بچارے
تِل تِل تجُھ کو ہانی ہوت ہے، جے پل رام پسارے
بھو بھاری دادُو کے جیا میں، کہُو کیسے کر ڈارے
کچھ چیت رے، کہہ کیا آیا[2]
اِن میں بیٹھا بھُول کر، تیَں دیکھی مایا
تُوں جن جانے تن دھن میرا، مُورکھ دیکھ بُھلایا
آج کال چلی جاوے دیہی، ایسی سُندر کایا
رام نام رَج لیجئے، میں کہہ سمجھایا
دادُو ہر کی سیوا کیجئے، سُندر ساج مِلایا

---

[1] جس نے خُدا سے

[2] اِنسان جب ماں کے بطن میں اُلٹا لٹکے ہُوئے خوفناک اذیت سہہ رہا ہوتا ہے، تب خُداوند کریم سے اپنی حفاظت کے لئے التجا کرتا ہے۔ اور یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اِس بار اُس کی حفاظت کی گئی تو وہ پیدا ہونے کے بعد اُس کو، کبھی نہیں بھُولے گا۔ اور نہ ہی مادیت میں غلطاں ہوگا۔ وہ رحمان الرحیم اُس کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے۔ مگر وائے افسوس اِنسان پیدائش کے بعد مادّیت کا شِکار ہو کر آہستہ آہستہ اپنا وعدہ بالکل بھُول جاتا ہے۔

4. مُرشدِ کامِل کے بغیر حیاتِ اِنسانی بے معنی ہے

اگر زندگی میں وہ مُرشدِ کامل نہیں مِلا جو ٹُوٹے تار جوڑ سکے، (رب سے بچھڑی رُوح کو دوبارہ رب سے مِلا سکے،) دُنیا کے بحرِ ظُلمات سے پار لے جا سکے اور اگر زندگی میں خُدا کو خُوش کرنے کے کام نہیں کئے تو سمجھئے کہ یہ حیاتِ انسانی ضائع ہو گئی۔ اُس مالکِ کُل کو چھوڑ کر دُنیاوی آسائشوں کے پیچھے دوڑنا ایسا ہے جیسے بیش قیمت ہیرے کو پھینک کر حقیر سیپ و گھونگھے جمع کرنا۔ مختصر یہ کہ مُرشدِ کامل اور اُس کے ذریعہ وصالِ حق کے بغیر حیاتِ اِنسانی بے معنی و بے سُود ہے۔

پھُوٹا پھیر سنوار کر، لے پہنچادے اور[1]
ایسا کوئی نہ مِلے، دادُو گئی بہور[2]
یہ تن بھیڑا[3] بوجھلا، کیونکر لنگھے تیر
کھیوٹ بِن کیسیں ترے، دادُو گہر گمبھیر
سو کچھ ہم تھیں نہ بھیا، جا پر ریجھے رام
دادُو اِس سنسار میں، ہم آئے بے کام
کیا مُنہ لے ہنس بولیئے، دادُو دیجے روئے
جنم امولک آپنا، چلے اکارتھ کھوئے
جا کارن جگ جیجیے[4]، سو پد ہردے ناہیں
دادُو ہر کی بھگتی بِن، دھرگ جیون کل ناہیں
کیا من کا بھاوتاں، میٹی آگیا کار
کیا لے مُکھ دِکھلائیے، دادُو اُس بھرتار[5]
اِندری سوارتھ سب کیا، من مانگے سو دینہہ
جا کارن جگ سِرجیا، سو دادُو کچھو نہ کینہہ
کیا تھا اِس کام کوں، سیوا کارن ساج
دادُو بھولا بندگی، سریا[6] نہ ایکو کاج

---

[1] کنارے۔ [2] وقت۔ [3] بیڑا، ناؤ، کشتی۔ [4] جینے کے قابل۔ [5] مالک۔ [6] ہو سکا، کر سکے۔

من مُورکھا تئیں یُونہی جنم گنوایو
سائیں کیری سیوا نہ کینہی، اِیہہ کل کاہے کوں آیو
جن باتن تیری چھُوٹک ناہیں، سوئی من تیرے بھایو
کامنی ہوئے وِشیا سنگ لاگیو، روم روم لُپٹایو
کچھُ اِک چیت بچاری دیکھو، کہا پاپ جیئے لایو
دادُو داس بھجن کر لیجئے، سُپنے جگ ڈہکایو

رام بِساریو رے جگ ناتھ
ہیرا ہاریو دیکھت ہی رے، کوڑی کینہی ہاتھ
کاچ ہُوتا کنچن کر جانے، بھُولیو رے بھرم پاس
ساچے سوں پل پرچا ناہیں، کر کاچے کی آس
بِش تا کوں اَمرت کر جنے، سو سنگ نہ آوے ساتھ
سیمبل کے پھُولن پر پھُولیئو[1] چُوکیئو اب کی گھات
ہر بھج رے من سہج پچھانی، یہ سُن ساچی بات
دادُو رے اِب تھکیں کر لیجئے، آو گھٹے دِن جات

---

[1] سیمبل کے پھُول کا تذکرہ۔ دیکھئے ص 48

اللہ تعالےٰ ہمارے اندر ہے

1. وجودِ انساں میں کائیناتِ کُل

جس طرح دُودھ میں مکھن، تِل میں تیل، پھُول میں خُوشبُو، لکڑی میں آگ اور آئینہ میں عکس موجُود ہے بعیّن ہی اِنسان کے اندر خُدا موجُود ہے۔ اُس خالقِ ازلی نے اِنسان کو اپنے کعبہ کی صُورت تعمیر کر کے اُس کے سینہ[1] میں سکُونت اِختیار کر رکھی ہے۔

خُدا کی تمام کائینات، جس میں یہ لابیاں پُرشان و پُرجلال لاتعداد جہان شامل ہیں۔ ہر انسان کے باطن میں موجُود ہے۔ اِنسان مُرشدِ کامل کی رحمت و رہنمائی کی بدولت اُن سب کو اپنے باطن میں دیکھ سکتا ہے۔ اور اِس پوشیدہ راز کو بھی جان سکتا ہے کہ وجُودِ انساں میں کُل کائینات موجُود ہے۔

(سوال) جن ہم سِرجے[2] سو کہاں، ستگوُر دیہو دِکھائے

(جواب) دادُو دِل ارواح[3] کا، کہیں مالک لیو[4] لائے

---

[1] فُقرائے کامل کی اِصطلاح میں یہ 'دِل' دونوں آنکھوں کے درمیان مرکز کا نام ہے۔ اِسے نُقطۂ سویدا یعنی تیسرا تِل بھی کہا جاتا ہے۔ [2] پیدا کیا۔ [3] ارواح عربی زبان کے لفظ رُوح کی جمع ہے۔ عالمِ ارواح برہمنڈ کو کہتے ہیں۔ [4] لَے۔

مُجھ ہی میں میرا دھنی، پڑدہ کھول دِکھائے

آتم سوں[1] پرماتما، پرگٹ آن مِلائے

مانسرودر ماہیں جل، پیاسا پیوے آئے

دادُو دوس نہ دیجئے، گھر گھر کہن نہ جائے[2]

(دادُو) کائیا انتر پائیا، نرنتر نردھار

سہجیں آپ لکھائیا، ایسا سمرتھ سار

دادُو تو پِوَ پائیے، کر سائیں کی سیو

کائیا ماہیں لکھائسی، گھٹ ہی بِھیتر دیو

آتم آسن رام کا، تہاں بسے بھگوان

دادُو دُونیوں پرسپر، ہری آتم کا تھان

جیوں درپن میں مُکھ دیکھئے، پانی میں پرتی بِب

ایس آتم رام ہے، دادُو سب ہی سنگ

جیوں[3] تیل تِلنن میں، جیوں گندھ پھُلّن

جیوں ماکھن کشیر ہیں، ایوں[4] ربّ[5] رُوحنّ[6]

ایوں[7] ربّ رُوحن میں، جیوں رُوح رگنّ[8]

جیوں جیرو[9] سوُر میں، ٹھنڈو چندر بسن[10]

---

[1] اللہ تعالےٰ۔ [2] ظاہرہ صُورت میں مُرید کا یہ فرض ہے کہ وہ خُود مُرشدِ عالی سے عجز و انکسار کے جذبہ سے نامِ حق کی اِلتجا کرے اور اُن کی پناہ میں آوے۔ مُرشد نامِ حق کی بیش قیمت دولت کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹتا پھرتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مُرشد مہربان خُود ہی مُرید کو اپنی طرف کھینچتا اور راغب کرتا ہے اور اُسے راہِ حق پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ [3] جیسے۔ [4] ایسے۔ [5] مالک۔ [6] رُوحوں میں۔ [7] اِس جگہ دادُو صاحب شہنشاہ اکبر کے اِس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ رب کس طرح رُوحوں میں موجُود ہے۔ [8] رگوں میں۔ [9] اُجالا، روشنی۔ [10] بستی ہے، رہتی ہے۔

(دادُو) جن یہ دِل مندر کیا، دِل مندر ہیں سوئے
دِل ماہیں دِلدار ہے، اور نہ دُوجا کوئے
میت تمہارا تُمہہ کنے، تم ہی لیہُو پچھان
دادُو دُور نہ دیکھیئے، پرتی بمب جیوں جان
(دادُو) سب گھٹ میں گوبند ہے، سنگ رہے ہرپاس
کستُوری مرگ میں بسے، سُونگھت ڈُولے گھاس
(دادُو) جیو نہ جانے رام کُوں، رام جیو کے پاس
گُور کو سبدوں بہرا، تاتھیں پھرے اُداس
(دادُو) جا کارن جگ ڈُھونڈیا، سوتو گھٹ ہی ماہیں
میں تیں پڑدہ بھرم کا، تاتھیں جانت ناہیں
(دادُو) سب گھٹ ماہیں رم رہیا، برلا بُوجھے کوئے
سُوئی بُوجھے رام کُوں، جے رام سنیہی ہوئے
آپ آپن میں کھوجورے بھائی + بستُوا گوچر گُورو لکھائی
جیوں نہی بلوئیں ماکھن آوے + تیُوں من متھیاں تیں تت پاوے
کاٹھ ہُتاسن[1] رہیا سمائے + تیُوں من ماہیں نرنجن رائے
جیوں اَوَنی[2] میں نیر سمانا + تیوں من ماہیں ساچ سیانا
جیوں درپن کے نہیں لاگے کائی + تیوں مُورت ماہیں نرکھ لکھائی
سہجیں من متھیاں تیں تت[3] پایا + دادُو اُن تو آپ لکھایا
ساچا ستگُور رام رملاوے + سب کُچھ کائیا ماہیں دِکھاوے
کائیا ماہیں سِرجنہار + کائیا ماہیں اونکار[4]

---

[1] آگ۔ [2] زمین۔ [3] جوہر، مقصد۔ [4] سنت مت کے مُطابق 'ادم' یا 'اونکار' سے دُوسری منزل یعنی 'ترکُٹی' کے مالک 'برہم' کا پتہ چلتا ہے۔

کائیا ماہیں ہے آکاس + کائیا ماہیں دھرتی پاس
کائیا ماہیں پون پرکاس + کائیا ماہیں نیر نواس
کائیا ماہیں سسی[1] ہر سُور + کائیا ماہیں باجے طُور
کائیا ماہیں تینیوں دیو[2] + کائیا ماہیں الکھہ ابھیوَ
کائیا ماہیں چاریُوں وید + کائیا ماہیں پائیا بھید
کائیا ماہیں چاریُوں کھانی[3] + کائیا ماہیں چاریُوں بانی[4]
کائیا ماہیں آپجے آئے + کائیا ماہیں مر مر جائے
کائیا ماہیں جامے مرے + کائیا ماہیں چوراسی پھرے
کائیا ماہیں لے اوتار + کائیا ماہیں بارم بار
کائیا ماہیں رات دِن + اوُدے اَست اِک تار
دادُو پائیا پرم گوُر + کِیا ایکنکار
کائیا ماہیں لوک سب ، دادُو دیئے دِکھائے
منسا باچا کرمنا ، گوُر بن لکھیا نہ جائے
کائیا نگر نِدھان ہے ، ماہیں کوتِک ہوئے
دادُو ستگوُر سنگ لے ، بھُول پڑے جن کوئے

---

[1] چاند۔ [2] برہما، وِشنو اور شِو۔ [3] جاندار چار قسم کے کہے جاتے ہیں۔ (i) جیرج جھلی ہیں لپٹے پیدا ہونے والے مثلاً اِنسان وحیوان۔ (ii) انڈج : انڈے سے پیدا ہونے والے یعنی پرندے وغیرہ (iii) سیتج : پسینہ یا گرمی سے پیدا ہونے والے جیسے کہ جوئیں، پِسّو، کھٹمل وغیرہ (iv) اُدبِھج : زمین سے پیدا ہونے والے، درخت، پودے وغیرہ۔ [4] لِکھے پڑھے اور بولے جانے والے الفاظ بھی چار طرح کے کہے گئے ہیں۔ (i) بیکھری : جو زبان سے بولے جائیں۔ (ii) مدھیما : جو گلے سے بولے جائیں۔ (iii) پشینتی : جو دِل ہی دِل بولے جائیں۔ (iv) پرا : جسے یوگی لطیف صُورت میں ' نابھی چکر' پر بلوریں اُٹھا کر پیدا کرتے ہیں۔ دُھناتمک نام : اسمِ صَوتی جس کی عظمت فُقرائے کامِل بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھنے پڑھنے اور بولنے میں نہیں آتا، وہ اِن چاروں سے مختلف ہے۔ وہ مُرشدِ کامل سے بیعت ہونے اور اُن کے بتلائے طریق سے رُوحانی عمل و شغل کرنے سے ہی تجربہ میں آتا ہے۔

کائیا مُہیں کرتار ہے ، سو نِدھِ جانے ناہیں
دادُو گورُ مُکھ پایئے ، سب کُچھ کائیا ماہیں
کائیا ماہیں باس کر ، رہے نرنتر چھائے
دادُو پایا آد گھر ، ستگُور دِیا دِکھائے
کائیا ماہیں پریت کر ، کائیا ماہی سنیہہ
کائیا ماہیں پریم رس ، دادُو گورُمُکھ لیہہ
کائیا ماہیں کُسل ہے ، سو ہم دیکھ آئے
دادُو گورُ مُکھ پایئے ، سادھ کہئیں سمجھائے
کائیا اگم اگادھ ہے ، ماہیں طوُر بجائے
دادُو پرگٹ پِوَ مِلیا ، گورُمُکھ رہے سمائے

2. باطنی پرستِش (انترمُکھی پوُجا)

باطنی پرستِش ہی اصل پرستِش ہے۔ خُدا کے رُو برُو دِیدار کا یہی واحد کارگر طریقہ ہے۔ باطن کے حوضِ کوثر (آنترک سرووَر) میں ڈُبکی لگانے سے ہی من کا میل اُترتا ہے۔ نفس کی غلاظت دُور ہوتی ہے۔ باقی تمام باہری طریق بے سُود و بے معنی ہیں۔

ابناسی اپرم پرا ، وار پار نہیں چھیوَ[1]
سو توُں دادُو دیکھ لے ، اُر[2] انتر کر سیو
دادُو بھیتر پَیس کر ، گھٹ کے جڑے کپاٹ
سائیں کی سیوا کرے ، دادُو اوِگت گھاٹ

---

[1] آخر۔ [2] درویشوں کی زبان میں 'اُر' یا 'ہردیہ' دونوں ابروؤں کے درمیان مرکز کو کہا جاتا ہے۔ اِسے ہی تیسرا تِل یا نُقطۂ سویدا بھی کہا جاتا ہے۔

آتم ماہیں رام ہے ، پُوجا تاکی ہوئے
سیوا بندن آرتی ، سادھ کریں سب کوئے
(دادُو) ماہیں کیجے آرتی ، ماہیں پُوجا ہوئے
ماہیں ستگوُر سیوئیے ، بُوجھے برلا کوئے
(دادُو) کائیا انتر پائیا ، انحد بین بجائے
سہجیں آپ لکھائیا ، سُنّ منڈل میں جائے
(دادُو) کھوج تہاں پیو پائیے ، سبد اُپنے[1] پاس
تہاں ایک ایکانت ہے ، تہاں جوت پرکاس
دادُو اُلٹ اپُوٹھا[2] آپ میں ، انتر سودھ سُجان
سوڈِھگ تیری باورے ، تج باہر کی بان[3]
سُرتی اپُوٹھی پھیر کر ، آتم ماہیں آن
لاگ رہے گوُر دیو سوں ، دادُو سوئی سیان
جہنہ آتم تہنہ رام ہے ، سکل رہیا بھرپُور
انتر گت لِو[4] لائے رہو ، دادُو سیوک سُور
(دادُو) انتر گت لِولائے رہو ، سدا سُرت سوں گائے
یہہ من ناچے مگن ہوئے ، بھاوے تال بجائے
(دادُو) گاوے سُرت سوں ، بانی باجے تال
یہہ من ناچے پریم سوں ، آگے دِین دیال
سریر سرُوور رام جل ، ماہیں سنجم سار
دادُو سہجے سب گئے ، من کے میل بکار

---

[1] پیدا ہوتا ہے۔ [2] پیچھے۔ [3] عادت۔ [4] توجہ

(دادُو) تِس سرور کے تِیر ، جپ تپ سنجم کیجئے
تہیں سُنکھ سِر جنہار ، پریم پِلاوے پیجئے
(دادُو) تِس سَرور کے تیر ، سنگی[1] سبے سُہاوَنے
تہنہ بِن کر باجے بین ، جِھبیا[2] ہینے گاوَنے
(دادُو) رام نامم جَلم کرتوا ، سنانم سدا جِتہ[3]
تن من آتم نِر ملم ، پنچ بھُوپ اپنگتہ[4]
پُوجن ہارے پاس ہے ، دیہی ماہیں دیو
دادُو تاں کوُں چھاڑکر ، باہر مانڈی سیو
(دادُو) تیج کمل دِن نُور کا ، تہاں رام رحمان[5]
تہنہ کر سیوا بندگی ، جے تُوں چتر سیان
(دادُو) یہ مسِیت[6] یہہ دیہُورا[7] ، ستگُور دیا دِکھائے
بِھیتر سیوا بندگی ، باہر کاہے جائے
بھائی رے گھر ہی میں گھر پائیا[8]
سہج سمائے رہیوتا ماہیں ، ستگُور کھوج بتایا
تا گھر کاج سبے پِھر آیا ، آپے آپ لکھایا
کھول کپاٹ محل کے دِینہے ، تِھر استھان دِکھایا
بھے اوبھید بھرم سب بھاگا ، ساچ سوئی من لایا
پَینڈ پرے جہاں جِو جاوے ، تا میں سہج سمایا

---

[1] پاک رُوحیں۔ [2] زُبان کے بغیر۔ [3] ناگری پرچارنی سبھا کی کتاب میں 'متی' دیا ہے۔ [4] پنچ بھُوپ اپنگتا یعنی پانچوں حواس جو راجہ کی مانند طاقتور تھے، بے حد کمزور، ناتواں اور اپاہج ہو گئے۔ [5] رحیم۔ [6] مسجد۔ [7] مندر۔ [8] اپنے وجُود میں ہی مقامِ حق کو پالیا۔

نِہچل سدا چلے نہیں کبھوں ، دیکھیا سب میں سوئی
تاہی سُوں میرا من لاگا ، اور نہ دُوجا کوئی
آدِ انت سوئی گھر پایا ، اِب من اَنت نہ جائی
دادُو ایک رنگے رنگ لاگا ، تا میں رہیا سمائی

۳. پاکئی باطن کے بغیر وِصالِ حق نامُمکن ہے

مُناسب اندرُونی رُوحانی عمل و شغل کے ذریعہ پاکئی باطن حاصل کئے بغیر کوئی بھی باطن میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی اُس حقیقتِ باطنی (آنترک شُدھی) کے جو تمام عرفان و سکون اور لُطف و سرُور کا خزانہ ہے، دیدار کرسکتا ہے۔ اِنسان کو اِس سرُورِ باطنی کے مِلنے پر ہر سُو لُطف و سکون کا اِحساس ہونے لگتا ہے۔ لیکن اِس کی غیر موجُودگی میں کسی بھی باہری طریق سے خُود کو خُوش و خُرّم بنائے رکھنا قطعی غیر مُمکن ہے۔ لٰہذا آرام و آلام، زہر ہلاہل اور آبِ حیات (وِش اور اَمرت) کا سرچشمہ اِس کے اندر ہی ہے۔ لیکن نادان اِنسان اِسے دیکھنے اور ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہوتا۔

اندھے کوُں دیپک دِیا ، تو بھی تِمر نہ جائے
سودھی نہیں سریر کی ، تاسن کا سمجھائے
(دادُو) کہیئے کچھُ اُپگار کوُں ، مانے اوگُن دوش
اندھے کوُپ بتایا ، ست نہ مانیں لوک
آتم ماہیں اُوپجے ، دادُو پنگُل گیان[1]
کِرتم[2] جائے اُلنگھ کر ، جہاں نرنجن تھان

---

[1] وہ لاانتہا قُوت بخش عِلم و عِرفان جِسے پاکر نفس کی تمام مُتلوّن مزاجی و کُلفتیں دُور ہوجاتی ہیں۔ [2] بناوٹی۔

دادُو یہ تن پنجرہ ، ماہیں من سُوآ
ایکے ناؤں اللہ کا ، پڑھ حافظ ہُوآ

دادُو وِشے وِکار سوں ، جب لگ من راتا
تب لگ چیت نہ آوئی ، تری بھون پتی داتا

(دادُو) گھٹ میں سُکھ آنند ہے ، تب سب ٹھاہر ہوئے
گھٹ میں سُکھ آنند بن ، سُکھی نہ دیکھیا کوئے

جے نِدھی کہیں نہ پایئے ، سونِدھی گھر گھر آہے
دادُو مہنگے مول بن ، کوئی نہ لیوے تاہے

(دادُو) دیہی ماہیں دوئی دِل ، اِک خاکی اِک نُور
خاکی دِل سُوجھے نہیں ، نُور منجھ جھُور

وِش امرت گھٹ میں بسے ، بِرلا جانے کوئے
جن وِش کھایا تے مُوئے ، اَمر امی سو ہوئے

حاجرہ جھُور سائیں ، ہے ہر نیڑا دُور ناہیں
منی میٹ محل میں پاوے ، کاہے کھوجن دُور جاوے

حِرص نہ ہُوئی غُصہ سب کھائی ، تاتھیں سیئیاں دُور نہ جائے
دُوئی دُور دروغ نہ ہوئے + مالک من میں دیکھے سوئے

ارِ [1] یہ پنچ سودھ سب مارے + تب دادُو دیکھے نکٹ بچارے

۴۰۔ عاشقِ صادق کو کیا خوف ؟

وہ ہمہ جا اُوست وقادرِ مُطلق خُدا، ہمارے اندر (باطن میں) ہے۔ وہ ہماری ضرورُیات کو جانتا ہے۔ اور ہمیشہ ہماری نگہداشت بھی کرتا ہے۔ اِس حقیقت سے آشنا اور اُس پر عقیدت

[1] ارِ = دُشمن۔ شہوت، غُصہ، طمع، لگاؤ، تکبر یہ پانچ دُشمن ہیں۔

رکھنے والے خُدا کے عاشقوں فُقرا اور درویشوں کو کبھی خوف و خطر نہیں ستاتا۔

پُورک پُورا پاس ہے ، ناہیں دُور گنوّار
سب جانت ہے باورے ، دیوے کوُں ہُسیار
دادُو[1] چینتا رام کوُں ، سمرتھ سب جانیں
دادُو رام سنبھالئے ، چینتا جن آنیں
(دادُو) جن پہنچایا پران کوُں ، اُدر اُردھ مکھ شِیر
جبھٹر اگنی میں راکھیا ، کومل کائیا سریر
سو سمرتھ سنگی سنگ رہے ، بِکٹ گھٹ گھٹ بِھیر
سو سائیں سُوں گہگہی[2] ، جن بھُولے من بِیر
دادُو راجق[3] رِجق[4] لئے کھڑا ، دیویں ہاتھوں ہاتھ
پُورک پُورا پاس ہے ، سدا ہمارے ساتھ

---

[1] فکر۔ [2] محو، لگن۔ [3] رزاق، روزی دینے والا۔ [4] رِزق، روزی۔

زندہ مرشد کی ضرورت

1. مُرشد و مَولا ایک ہی ہیں

درویشانِ حقیقی فنا فی اللہ ہو کر پُوری طرح اُسی کی صُورت ہو چُکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا حصُولِ حق (پربھو پراپتی) فقط درویشانِ حق کے واسطہ سے ہی ہو سکتا ہے اور صُحبتِ فُقراء (سنتوں کی سنگت) رحمتِ حق سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ خُود خُدا کا یہ فرمان ہے کہ جس طرح دُودھ میں مِل کر پانی اور پانی میں مِل کر نمک اُسی کی صُورت ہو جاتے ہیں اُسی طرح عشقِ مَولا میں ڈُوبا ہُوا عابد و عاشقِ صادق (سچّا بھگت) خُود خُدا بن جاتا ہے۔

اُس بحرِ لاِانتہا لُطف و سرُور کے ساکن، نامِ حق کے رنگ میں شرابور، مُجسّم حق، فُقرائے کامل، (پُورن سنت) جذبۂ لُطف و کرم کے تحت، فقط رُوحوں کی بھلائی کی خاطر ہی اِس دُنیائے فانی میں آتے ہیں۔

جہاں رام تنہہ سنت جن ، جہنہ سادھو تنہہ رام
داد و دُونیوں ایکٹھے[1] ، ارس پرس بسرام
(دادُو) ہر سادھوؤں پایئے ، اوی گت کے آرادھ
سادھو سنگتِ ہر ملیں ، ہر سنگت رکھیں سادھ

---

[1] اِکٹھے، یکجا۔

(دادُو) رام نام سوں بِل رہے ، من کے چھاڑ بِکار
تو دِل ہی ماہیں دیکھئے ، دُونیوں کا دِیدار
سادھ سمانا رام میں ، رام رہیا بھرپُور
دادُو دُونیوں ایک رس ، کیونکر کیجئے دُور
(دادُو) سیوگ سائیں کا بھیّا ، تب سیوگ کا سب کوئے
سیوگ سائیں کوں مِلیا ، تب سائیں سریکھا ہوئے
جِہنہ سیوگ تہنہ صاحِب بیٹھا ، سیوگ سیوا ماہیں
دادُو سائیں سب کرے ، کوئی جانے ناہیں
(دادُو) سیوگ سائیں بس کیا ، سونپیا سب پریوار[1]
تب صاحِب سیوا کرے ، سیوگ کے دربار
صاحِب کا اُنہار[2] سب ، سیوگ ماہیں ہوئے
دادُو سیوگ سادھ سو ، دُوجا ناہیں کوئے
(دادُو) سِرجنہارا سبن کا ، ایسا ہے سمرتھ
سوئی سیوگ ہوئے رہیا ، جہنہ سکل پسارے ہتھ
سادھوجن اُس دیس کا ، کو آیا یہ سنسار
دادُو اُس کوں پُوچھئے ، پریتم کے سماچار
سماچار ست پیو کے ، کو سادھ کہے گا آئے
دادُو سیتل آتما ، سُکھ میں رہے سمائے
سادھ سد سُکھ برکھ ہے ، سیتل ہوئے سریر
دادُو انتر آتما ، پیوے ہر جل نیر

---

[1] مُرشد کے لئے حلقۂ مُریدی ہی اُنکا اصل خاندان ہے۔ [2] ظاہرہ، صُورت۔

دادُو دتّ[1] دربار کا ، کو سادُھو بانٹے آئے
تہاں رام رس پلایئے ، جہنّہ سادُھو تہنّہ جائے
پر اُپکاری سنت سب ، آئے یہہ[2] کل ماہیں
پیویں پلاویں رام رس ، آپ سوارتھ ناہیں
آپ نرنجن یُوں کہے ، کیسرت کرتا ر
میں جن سیوگ دوئے نہیں ، ایکے انگ سار
مم کارن سب پر ہرے ، آپا ابھیمان
سدا اکھنڈِت اُر دھرے ، بولے بھگوان
انترپٹ جیوَے نہیں ، تبھیں مر جائے
بچھڑے تلفے مِین جیوں ، جیوے جل آئے
کھیر نیر جیوں مل رہے ، جل جل ہی سمان
آتم پانی لُون جیوں ، دُوجا نہیں آن
میں جن سیوگ دوَے نہیں ، میرا بِسرام
میرا جن مُجھ سارکھا ، دادُو کہے رام
سدگتی سادھوَا رے ، سنمکھ سِرجنہار
بھوجل آپ تریں تے تاریں ، پران اُدھارن ہار
پُورن برہم رام رنگ راتے ، نرمل ناؤں اَدھار
سُکھ سنتوش سداست سنجم ، مت گت وارنہ پار
جُگ جُگ راتے جُگ جُگ ماتے ، جُگ جُگ سنگت سار
جُگ جُگ میلا جُگ جُگ جیون ، جُگ جُگ گیان بچار

---

[1] دات ، بخشش ، سوغات ، دان۔ [2] کلجگ ، دورِ ظلمات

سکلؔ سِرومنی سب سُکھ داتا ، دُرلبھ ایہہ سنسار
دادُو ہنس رہیں سُکھ ساگر ، آئے پر اُپگار

2. مُرشد کی پرستش ہی عبادتِ حق ہے

درویشِ حقیقی ، مُرشدِ کامل دراصل خُدا کی ہی ظاہرہ صُورت ہوتا ہے۔ اِس لئے موجُودہ درویشِ حق کی مجسّم صُورت کی پرستش ہی خُدا کی اصل و سچّی پرستش ہے۔ ہمیں اپنی تمام عبادت عشق و پرستش واحد اپنے حقیقی مُرشدِ کامل کی ندر کرنا چاہیئے۔ مُرشدِ عالی سے نامِ حق ، کلمۂ الٰہی کی دَولت پاکر ، اُن کے پاک قدموں میں سر جُھکا کر انسان دُنیا کے بحرِ ظُلمات کو پار کر جاتا ہے ، مالکِ کُل سے مِل جاتا ہے ، فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور بے حد سکُون کے سُرور سے لُطف اندوز ہو اُٹھتا ہے۔

(دادُو) نِراکار من سُرت سوں ، پریم پریت سوں سیو
جے پُوجے آکار کوں ، تو سادھو پرتش دیو
(دادُو) بھوجن دیجئے دیہہ کوں ، لیا من بِسرام
سادھو کے مُکھ میں لیئے ، پایا آتم رام
جیوں یہ کائیا جیو کی ، تیوں سائیں کے سادھ
دادُو سب سنتو کھیئے ، ماہیں آپ اگادھ
جن کے ہِردے ہر بسے ، سدا نِرنتر ناؤں
دادُو ساچے سادھ کی ، میں بلہاری جاؤں
ساچا سادھ دیال گھٹ ، صاحِب کا پیارا
راتا ماتا رام رس ، سے پران ہمارا

لہ سب کا سرتاج

(داؔدو) میں داسی تہنّہ داس کی ، جہنّہ سنگ کھیلے پیو
بہُت بھانتی کروار نے ، تا پر دیجیئے جیو
نِراکار سُوں مِل رہے ، اکھنڈ بھگت کرلیہہ
داؔدو کیونکر پایئے ، اُن چرنوں کی کھیہہ
تُوں ہی تُوں گُور دیو ہمارا ، سب کچُھ میرے ناوُں تُمہارا
تُم ہی پُوجا تُم ہی سیوا ، تُم ہی پاتی تُم ہی دیوا
جوگ جگیہ تُوں سادھن جاپم + تُم ہی میرے آپے آپم
تپ تیرتھ تُوں برت اسنانا + تُم ہی گیانا تُم ہی دھیانا
بید بھید تُوں پاٹھ پُرانا + داؔدو کے تُم پَینڈ پُرانا
ستگُور چرنا مستک دھرنا ، رام نام کہہ دُوتر ترنا
اٹھ سِدھ[1] نو نِدھ[2] سہجیں پاوے ، امر ابھے پد سُکھ میں آوے
بھگت مُکت بیکُنٹھاں جائے ، امرلوک پھل لیوے آئے
پرم پدارتھ منگل چار ، صاحِب کے سب بھرے بھنڈار
نُور تیج ہے جوت اپار ، داؔدو راتا سِر جنہار

3. مُجسم مُرشِد کامل کی ضرورت

مُجسّم مُرشِد کامل خُدا کی ہی صُورت ہوتا ہے۔ اِس لئے اِنسان پر اُس مُجسم مُرشد (دیہہ دھاری ستگُور) کے ذریعہ ہی رُوحانی دولت و رحمتِ حق برستی ہے۔ فقط مُجسّم مُرشِدِ کامل ہی شبد دُھن (نغمہ ربّی) سے مُنسلک کرکے ہمیں تمام بُرائیوں سے پاک کرسکتا ہے۔ شیطان و نفس کی تمام رُکاوٹوں کو دُور کرسکتا ہے۔ ہماری چشمِ باطن و گوشِ باطن کھول سکتا ہے، ہمیں

---

[1] آٹھ کراماتی قُوتیں۔ مُعجزہ خیز طاقتیں۔ [2] دولت کے دیوتا کُبیر کے نو خزانے۔

باحفاظت بحرِ ظُلمات (بھوساگر) سے پار لے جاسکتا ہے۔ اور خُدا کے رُو برُو دِیدار کراسکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے محل کی کُنجی مُرشدِ کامل کے پاس ہوتی ہے۔ اِس لئے مُرشدِ کامل کی مدد کے بغیر کوئی بھی اُس محل میں داخل نہیں ہوسکتا۔ مُرشدِ عالی کی رحمت و رُوحانی رہنُمائی کے بغیر لاعلمی کی تاریکی کو دُور کرنا، راہِ باطن کے خطرات پر فتحیاب ہونا۔ رُوحانی آبِ حیات کو پینا اور باحفاظت اپنے نجی مقام پر پُہنچ جانا قطعی غیر مُمکن ہے۔ کوئی بے پیر خُدا کی بارگاہ میں نہیں پُہنچ سکتا۔ مُرشد عالی (ستگُور) کی شفقت و اِجازت کے بِنا اُسے رُوک دیا جاتا ہے۔ مگر اُس کے برعکس پیر و مُرشد والا اُس دربار میں نہایت عزّت و توقیر پاتا ہے۔

(دادُو) غیب مِنہ گُور دیو مِلیا ، پایا ہم پرساد
مستک میرے کر دھریا ، دیکھیا اگم اگادھ
دادُو دیو دیال کی ، گُورو دِکھائی باٹ
تالا کُونجی لائے کر ، کھولے سبَے کپاٹ
(دادُو) ستگُور انجن باہِ کر ، نین پٹل سب کھولے
بہرے کانوں سُننے لاگے ، گُونگے مُکھ سُوں بولے
ساچا ستگُور جے مِلے ، سب ساج سنْوارے
دادُو ناو چڑھائے کر ، لے پار اُتارے
دادُو کاڑھے کال مُکھ ، سروَنہوں سبد سُنائے
دادُو ایسا گُور مِلیا ، مرِتک لئے جِلائے
بھوساگر میں ڈُوبتاں ، ستگُور کاڑھے آئے
دادُو کھیوٹ گُور مِلیا ، لئے ناوُ چڑھائے
دادُو اُس گُور دیو کی ، میں بلہاری جاؤں
جہنہ آسن امرالیکھ تھا ، لے راکھے اُس ٹھاؤں

دادُو گوُر گرُوا[1] مِلے ، تاتھیں سب گم ہوئے
لوہا پارَس پرستاں ، سہج سمانا سوئے

دیوے کِرکا[2] درد کا ، ٹُوٹا جوڑے تار
دادُو سادھے سُرت کو ، سو گوُر پیر ہمار

ستگوُر مِلے تو پایئے ، بھگت مُکت بھنڈار
دادُو سہجیں دیکھیئے ، صاحِب کا دِیدار

(دادُو) نین نہ دیکھیں نین کوُں ، انتر بھی کچُھ ناہیں
ستگوُر درپن کر دِیا ، ارس پَرس مِل ماہیں[3]

دادُو پڑدہ بھرم کا ، رہا سکل گھٹ چھائے
گوُرو گوبند کِرپا کریں ، تو سہجیں ہی مِٹ جائے

سِش گوُرو گوُر گوال ہے ، رچھّا کر کر لے
دادُو راکھے جتن کر ، آن دھنی کوُں دے

جھُوٹھے اندھے گوُر گھنے ، بندھے وِشے بکار
دادُو سانچا گوُر مِلے ، سنمکھ سِر جنہار

بھرم کرم جگ بندھیا ، پنڈت دِیا بھُلائے
دادُو ستگوُر نہ مِلے مارگ دیئی دِکھائے

دادُو بھرِنگی کیٹ جیوں ستگوُر سیتی ہوئے
آپ سریکھے کر لئے دُوجا ناہیں کوئے

---

[1] پوُرا، کامِل۔ [2] ذرہ، حِصّہ۔ [3] دونوں آنکھیں ایک دُوسری کے پہلوُ میں ہیں مگر وہ اِک دُوجی کو دیکھ نہیں سکتیں۔ صرف آئینہ کی مدد سے ہی وہ ایک دُوسری کو دیکھ سکتی ہیں۔ اِسی طرح ایک دُوسرے کے اِنتہائی قریب رہتے ہوئے بھی رُوح و ربّ کا وِصال نہیں ہوتا۔ مُرشِدِ عالی سے آئینۂ عِرفان (گیان درپن) حاصل ہونے پر ہی اِن کا وِصال مُمکن ہوتا ہے۔

(دادُو) کچھب راکھے دِرشٹ میں ، کُونجوں کے من ماہیں[1]
ستگُور راکھے آپناں ، دُوجا کوئی ناہیں
ایکے سبد اننت سِش ، جب ستگُور بولے
دادُو جڑے کپاٹ سب ، دے کُونچی کھولے
سرور بھریا دَہ دِسا ، پنکھی[2] پیاسا جائے
دادُو گُور پرسَاد بن ، کیوں جل پیوے آئے
اِک لکھ چندا آن گھر ، سُورج کوٹ بِلائے
دادُو گُور گوبِند بن ، تو بھی تمر[3] نہ جائے
انیک چند اُدے کرے ، اسنکھ سُور پرکاس
ایک نرنجن ناو بن ، دادُو نہیں اُجاس
ستگُور سبد ببیک بن ، سنجم رہیا نہ جائے
دادُو گیان بچار بن ، بِشے ہلاہل کھائے
گھر گھر گھٹ کولہُو چلے ، امی مہارس جائے
دادُو گُور کے گیان بن ، بِشے ہلاہل کھائے
ستگُور سبد اُلنگھ کر ، جن کوئی سِش جائے
دادُو پگ پگ کال ہے ، جہاں تہنہ تہاں کھائے
دادُو ستگور کہے سو سِش کرے ، سب سِدھ کارج ہوئے
امر ابھے پد پائیے ، کال نہ لاگے کوئے
(دادُو) ستگُور کہے سو کیجیۓ ، جے تُوں سِش سُجان
جہنہ لایا تہنہ لاگ رہو ، بُوجھے کہا اجان

---

[1] کچھوہ اپنے بچوں کو نگاہ اور کُونج اپنے بچوں کو اپنی توجہ سے پالتی ہے۔ [2] پرندہ۔ [3] تاریکی، اندھیرا۔

گوُر پہلی من سوں کہے ، پیچھے نین کی سین
دادُو سِش سمجھے نہیں ، کہہ سمجھاوے بَین
کہے لکھے سو ماتوی[1] ، سیَن لکھے سو سادھ
من کی لکھے سو دیوتا ، دادُو اگم اگادھ
امر بھئے گوُر گیان سوں ، کیتے یہہ کل ماہیں
دادُو گوُر کے گیان بن ، کیتے مرمر جاہیں
(دادُو) جے تُوں جوگی گوُر مُکھی ، تو لینا تتّ بچار
گہہ آدرش[2] گوُر گیان کا ، کال پُرش کوں مار
سگُورا نگُورا پرکھئے ، سادھ کہیں سب کوئے
سگُورا ساچا نگُورا جھُوٹا ، صاحِب کے در ہوئے
(دادُو) سگُورا ست سنجم رہے ، سنمکھ سِرجنہار
نگُورا لوبھی لالچی ، بھُوںنچے[3] بِشے بکار
صاحِب جی سب گُن کرے ، سگُور کے گھٹ[4] ہوئے
دادُو کاڑھے کال مُکھ ، نگُنا نہ ملنے کوئے
صاحِب جو سب گُن کرے ، ستگُور آڑا دے
دادُو تارے دیکھتاں ، نگُنا گُن نہیں لے
ستگُور دِیا رام دھن ، رہے سُدھی بتائے
منسا باچا کرمنا ، پلئے[5] بِتَرئے کھائے
بھائی رے ایسا ستگُور کہیئے + بھگت مکت پھل لہیئے
اچل امر ابناسی + اٹھ سدّھ نو ندھ[6] داسی

---

[1] عام انسان۔ [2] شاستر، مُقدس کتاب۔ [3] چاہیے۔ تمنائی ہو۔ [4] مجسّم مُرشد کے ذریعہ۔ [5] بانٹے۔
[6] اِس کے مُتعلق صفحہ 70 کا نوٹ دیکھیں۔

ایسا ستگوُر رایا + چار پدارتھ[1] پایا
امی مہارس ماتا + امر لبھے پَد داتا
ستگوُر تربھوَن تارے + دادُو پار اُتارے
بھائی رے بھان گھڑے گورمیرا + میں سیوگ اُس کیرا
کنچن کری لے کایا + گھڑ گھڑ گھاٹ رنپایا[2]
مکھ درپن ماہیں دِکھاوے + پیَو پرگٹ آن مِلاوے
ستگوُر ساچا دھووَے + تو بہوُر نہ مَیلا ہووَے
تن مَن پھیر سنوارے + دادُو کر گہہ تارے

4. حقیقی مُرشدِ کامل کی راہِ رُوحانیت

مُرشدِ حقیقی شغلِ سُلطان الاذکار یعنی کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کا شاغل ہوتا ہے۔ اور مُرید کو بھی اِسی طریق و راہِ رُوحانیت پر گامزن کرتا ہے۔ کلمۂ حقیقی سے ہی اصل عبادت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اِس لئے اِس راہ کو حقیقی راہِ عبادت (بھگتی مارگ) بھی کہا جاتا ہے۔

کلمۂ الٰہی، حق کی ہی صُورت ہے۔ اور ہر اِنسان کے اندر دِن رات گونج رہا ہے۔ مگر جب تک کوئی کلمۂ الٰہی کے رازِ خفی سے واقف کار مُرشدِ کامل مُرید یا سالک کی رُوح کو اِس کلمۂ الٰہی سے مُنسلک نہیں کرتا تب تک نہ تو اِس نغمۂ ربی کو سُنا ہی جا سکتا ہے اور نہ ہی اِس آبِ حیات سے لُطف اندوز ہُوا جا سکتا ہے۔ کئی یُگوں سے سوئے ذی رُوح کو بیدار کرنے، نفس کی بُرائیوں اور اُچھل کُود کو ختم کرنے، اِسے پُوری طرح یکسُو کرنے، اور رُوح کو ربِ اعظم کی گہری عبادت میں محو کر کے، 'اُس' کا رُو برُو دیدار کرانے کا مُرشدِ کامل کے بتائے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل و شغل (شبد سادھن) سُلطان الاذکار کے سِوائے اور کوئی راہ و طریق ہے ہی نہیں۔

---

[1] ست، سنتوکھ، سہج اور بانی (شبد) [2] سُلجھایا۔

ساچا سہجیں لے مِلے ، سبد گورُو کا گیان
دادُو ہم کوُں لے چلیا ، جہنؔ پریتم (کا) استھان
(دادُو کہے) ستگُور سبد سُنائے کر ، بھاوے جیو جگائے
بھاوے انتر آپ کہہ ، اپنے انگ لگائے
(دادُو) باہر سارا دیکھیئے ، بھیتر کیا چُور
ستگُور سبدوں ماریا ، جان نہ پاوے دُور
(دادُو) ستگُور مارے سبدسوں ، نرکھ رنج ٹھوَر
رام اکیلا رہ گیا ، چیت[1] نہ آوے اور
(دادُو) سبد بان گوُرسادھ کے ، دُور دِسنتر جلئے
جِہی لاگے سو اُوبرے ، سوُتے لئے جگائے
دادُو ہم کوُں سُکھ بھیا ، سادھ سبد گوُر گیان
سُدھ بُدھ سودھی سمجھ کر ، پایا پَد نربان
سبد دُودھ، گھرت[2] رام رس ، متھ کر کاڑھے کوئے
دادُو گوُر گوبند بن ، گھٹ گھٹ سمجھ نہ ہوئے
نِرمل گوُر کا گیان گہہ ، نِرمل بھگت بچار
نِرمل پایا پریم رس ، چھوُٹے سکل بکار
بھر بھر پیالہ پریم رس ، اپنے ہاتھ پِلائے
ستگُور کے صدقے[3] کیا ، دادُو بل بل جائے
گھٹ گھٹ راہیں رتن ہے ، دادُو لکھے نہ کوئے
ستگُور سبدوں پایئے ، سہجے ہی گم ہوئے
ستگُور سبد بِبیک بن ، سنجم رہیا نہ جائے
دادُو گیان بچار بن ، بِشے ہلاہل کھائے

---

[1] دِل میں۔ [2] گھی۔ [3] قربان کیا۔

گھر گھر گھٹ کولہو چلے ، امی مہارس جائے
دادُو گوُرو کے گیان بن ، بشے ہلاہل کھائے
دادُو چھوٹ خدائی کہیں کوناہیں ، پھری ہو پرتھی ساری
دُوجی دہن دُور کر بورے ، سادھو سبد بچاری
ساچا ستگوُر سودھ لے ، ساچے لیجئے سادھ
ساچا صاحب سوچ کر ، دادُو بھگت اگادھ
(دادُو) سادھ سبد سوں مل رہے ، من راکھے بلمائے
سادھ سبد بن کیوں رہے ، تب ہیں بیکھر جائے
سبد بچارے کرنی کرے ، رام نام نج ہردے دھرے
مایا ماہیں سودھے سار ، دادُو کہے لہے سو پار
میرا ستگوُر ایسا گیان بتاوے
کال نہ لاگے سنّا بھاگے[1] ، جیوں ہے تیوں سمجھاوے
امر گوُرو کے آسن رہیئے ، پرم جوت تہنہ لہیئے
پرم تیج سو ڈِرڑھ[2] کر گہیئے ، گہیئے لہیئے رہیئے
من پوَنا گہہ آتم کھیلا ، سہج سُن گھر میلا
اگم اگوچر آپ اکیلا ، اکیلا میلہ کھیلا
دھرتی امبر چند نہ سُورا ، سکل نرنتر پوُرا
سبد اناحد باجے طُورا ، طُورا پوُرا سُورا
ابچل امر ابھے پد داتا ، تہاں نرنجن راتا
گیان گوُرو لے دادُو ماتا ، ماتا ، راتا ، داتا

---

[1] شکوک ، وہم [2] مضبُوط ، پکا

صحبتِ صالح کی عظمت

(ست سنگ مہما)

1. صُحبت کا اثر

اِنسان پر نیک و بد کی صُحبت کا اثر یقیناً ہوتا ہے۔ اِنسان غیر عبادت گزار اور دُنیاوی لوگوں کی صُحبتِ بد میں آکر خُدا کا عِشق و عبادت حتیٰ کہ اپنا تمام رُوحانی رُجحان تک کھو بیٹھتا ہے جبکہ فُقرا و سنتوں کی صُحبتِ صالح (ست سنگ) پاکر وہ نہ صِرف اپنے عِشق و عبادت اور رُوحانی عِلم میں اِضافہ و فروغ کرتا ہے۔ بلکہ رُوحانی سُکون سے لُطف اندوز بھی ہوتا ہے صُحبتِ صالح (ست سنگ) کا اوّلین و اہم مقصد و عمل خُدا کے عِشق و عبادت میں اِضافہ اور نفس کو غلاظتوں سے پاک کرنا ہے۔

مِیٹھے سوں مِیٹھا بھیا ، کھارے سوں کھارا
دادُو ایسا جیو ہے ، یہہ رنگ ہمارا
اسادھ مِلے انتر پڑے ، بھاو بھگتی رس جائے (دادُو)
سادھ مِلے سُکھ اُپجے ، آنند انگِ نہ مائے[1]
سادُھو سنگت پائیے ، رام امی پھل ہوئے (دادُو)
سنساری سنگت پائیے ، بِش پھل دیوے سوئے

---

[1] نہیں سماتا ہے۔

دادُو سبھا سنت کی ، سُمتی اُپجے آئے
ساکت کی سبھا بیستاں ، گیان کایا بِنسیں جائے
بھاو بھگتی اُپجے نہیں ، صاحِب کا پرسنگ
بِنشے بِکار چُھوٹے نہیں ، سوں کیسا سَت سنگ

2. پاک نفسی اور دیدارِ حق کا ذریعہ

جس طرح پارس کے لمس سے لوہا سونا بن جاتا ہے، اُسی طرح درویشانِ حق (سنتوں) کے دیدار و صُحبت سے مُلحد بھی عابد (اسادھو بھی سادھو) بن جاتا ہے۔ صُحبتِ مردانِ حق سے اِنسان پر عشقِ خُدا کا وہ رنگ چڑھتا ہے جو کبھی ہلکا نہیں ہوتا۔ بلکہ دِن بدن اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور تمام غم و آلام ختم کرکے اِنتہائی سکُون عطا کرتا ہے۔ درویشانِ حق کی صُحبت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ البتّہ یہ نادر موقع بنا رحمتِ حق کے نصیب ہی نہیں ہوتا ہے۔

سادھو جن سنسار میں ، بھَوجل بوہتھ[1] انگ
دادُو کیتے اُودھرے ، جیتے بیٹھے سنگ
سادھو جن سنسار میں ، سِیتل چندن باس
دادُو کیتے اُدھرے ، جے آئے اُن پاس
سادھو جن سنسار میں ، پارس پرگٹ گائے
دادُو کیتے اُودھرے ، جیتے پرسے آئے
سادھو برکھے رام رس ، امرت بانی آئے
دادُو درسن دیکھتاں ترِبِدھی تاپ[2] تن جائے

---

[1] ناؤ، کشتی۔ [2] رُوحانی دُکھ (جسم اور مَن کے اندر سے پیدا ہونے والی تکلیف مثلاً بُخار یا غصّہ) مادی دُکھ (باہر سے کسی جاندار یا شے کے ذریعہ دیئے جانے والی تکلیف مثلاً کسی انسان، حیوان، جانور، پرند (دیکھئے صہ 80)

دادُو نیڑا پرم پد ، سادھُو سنگت ماہیں
دادُو سہجیں پائیے ، کبھُوں نرپھل ناہیں
دادُو نیڑا پرم پد ، کر سادھُو کا سنگ
دادُو سہجیں پائیے ، تن من لاگے رنگ
سادھ مِلے تب اُوپجے ، ہِردے ہر کا بھاؤ
دادُو سنگت سادھ کی ، جب ہر کرے پساؤ[1]
سادھ مِلے تب ہری مِلے ، تب سُکھ آنند مُور[2]
دادُو سنگت سادھ کی ، رام رہیا بھرپُور
پریم کتھا ہری کی کہے ، کرے بھگتی لیو لائے
پیوے پلاوے رام رس ، سوجن مِلوَو آئے
جب درَو تب دیجیُو ، تُم پہ مانگو یہو
دِن پرتی درسن سادھ کا ، پریم بھگتی دِرڑھ دِیہو
صاحِب سوں سنمُکھ رہے ، ست سنگت میں آئے
دادُو سادھُو سب کہیں ، سو نرپھل کیوں جائے
دادُو پایا پریم رس ، سادھُو سنگت ماہیں
پھِر پھِر دیکھے لوک سب ، یہہ رس کتہُوں ناہیں
جِس رس کو مُنی ار مریں ، سُر نر کریں کلاپ[3] (دادُو)
سو رس سہجیں پائیے ، سادھُو سنگت آپ

بقیہ حاشیہ صــ سے آگے۔
یا کسی بے جان شے کی چوٹ سے پیدا ہونے والی تکلیف) اور رُوحانی طاقتوں کے ذریعہ دُکھ (رُوحانی طاقتوں کے ذریعہ دیئے گئے دُکھ مثلاً دیوی، دیوتاؤں، بھُوت پریت وغیرہ کے ذریعہ دیئے گئے دُکھ) ان کو "ترودِھ تاپ" یا دُکھ کہا جاتا ہے۔ [1] دان، بخشش۔ [2] اصلی۔ [3] تصوّر، خواہش۔

سنگت بِن سیجھے نہیں ، کوٹی کرے جے کوئے
دادُو ستگور سادھ بِن ، کبھوں سُدھ نہ ہوئے

سرگ نہ سیتل ہوئے من ، چند نہ چندن پاس
سیتل سنگت سادھ کی ، کیجے دادُو داس

رتن پدارتھ مانک موتی ، ہیروں کا دریا
چنتا منی چِت رام دھن ، گھٹ امرت بھریا
سمرتھ سُورا سادھ سو ، من مستک دھریا
دادُو درسن دیکھتاں ، سب کارج سَریا

جے من راتے رام سُوں ، تن کی ہیں [1]بلی جاؤں
دادُو اُن پر وارنے ، جے لاگ رہے ہرناؤں

جلتی بلتی آتما ، سادھ سَرُوور جائے
دادُو پیوے رام رس ، سُکھ میں رہے سمائے

(دادُو) سب ہی مِرتک سمان ہے ، جیا تب ہی جان
دادُو چھانٹا امی کا ، کو سادھو باہے [2] آن

(پرشن) سب ہی مِرتک ماہیں ہیں ، کیوں کر جیویں سوئے
(اُتّر) دادُو سادھو پریم رس ، آن پلاوے کوئے

دادُو رام نہ چھانڑیئے ، گہلا تج سنسار
سادھو سنگت سودھلے ؛ کُسنگت سنگ نِوار

کُسنگتی کیتے گئے ، تن کا ناؤں نہ ٹھاؤں
دادُو تے کیوں اُدھریں ، سادھ نہیں جس گاؤں

---

[1] قُربان۔ [2] ڈالے۔

(دادُو) رام مِلن کے کارنے ، جے تُوں کھرا اُداس
سادھُو سنگت سودھ لے ، رام اُنہوں کے پاس

(دادُو) اپتا اوِگت آپ تھیں ، سادھوں کا ادِھیکار
چوراسی لکھ جیو کا ، تن من پھیر سنوار

وِش کا امرت کر لیا ، پاوک کا پانی
بانکا سُودھا کر لیا ، سو سادھ بِنانی[1]

دادُو جب لاگ جیوئیے ، سُمرن سنگت سادھ
دادُو سادھُو رام بِن ، دُوجا سب اپرادھ

چل رے من جِنہہ امرت بنا ، نِرمل نِیکے سنت جناں
نِرگُن ناؤں پھل اگم اپار + سنتن جیون پران اَدھار
سِیتل چھایا سُکھی سریر + چرن سرُوور نِرمل نِیر
سُپھل سدا پھل بارہ ماس + نانا بانی دُھن پرکاس
جہاں باس بس امر انیک + تہنہ چل دادُو ایہے بِبیک

3. نا سمجھ انسان صُحبتِ صالح (ست سنگ) کی عظمت سے ناواقِف ہے

جو لوگ صُحبتِ صالح (ست سنگ) کے بیش قیمت فائدہ سے خُود کو محرُوم رکھتے ہیں. وہ بے حد گنوار، اِحسان فراموش اور اَوندھی عقل کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ لوگ مہربان درویشوں کی اِنسانی بھلائی اور نوازشات کے صِلہ میں اُن کی بُرائی و مذمت کرتے ہیں اور اُن خُدا کے بندوں کی عزّت و توقیر کرنے کی بجائے اُن کی بے عزّتی کرتے ہیں۔

ستگُور چندن باونا ، لاگے رہیں بھُوونگ[2]
دادُو وِش چھاڑیں نہیں ، کہا کرے ست سنگ

---

[1] سائنسداں، وگیانی، بافہم، دانا۔ [2] بھُجنگ، مطلب سانپ

دادُو کیڑا نرک کا ، راکھیا چندن ماہیں
اُلٹ اپُوٹھا نرک میں ، چندن بھاوے ناہیں
کوٹی برس لَوں راکھیئے ، لوہا پارس سنگ
دادُو روم کا انترا ، پلٹے ناہیں انگ
کوٹی برس لَوں راکھیئے ، جیو برہم سنگ دوئے
دادُو ماہیں باسنا ، کدے نہ میلا ہوئے
مُوسا جلتا دیکھ کر ، دادُو ہنس دیَال
مان سرؤور لے چلیا ، پنکھا کاٹے کال[1]
سب جیو بھُوونگم کُوپ میں ، سادھو کاڑھے آئے
دادُو وِشہر وِش بھرے ، پھر تاہی کوں کھائے
صاحِب جی سب گُن کرے ، سَگُور کا دے سنگ
دادُو پر لے راکھ لے ، نِگُنا نہ پلٹے انگ

---

[1] کہاوت ہے کہ ایک چُوہے کو آگ میں جلتا دیکھ کر ایک سارس (ہنس) نے ازراہِ ہمدردی باحفاظت اپنے پروں پر بٹھا لیا اور سُمندر پار لے اُڑا۔ لیکن چُوہے نے اپنی فِطرت کے تحت اُس کے پروں کو ہی کاٹ ڈالا، جِس سے دونوں سمندر میں گِر کر ڈُوب گئے۔

عبادتِ نامِ حق

1. کلمہ یا شبد کی فضیلت

کلمہ یا شبد ہی مالکِ کُل ہے۔ یہی سب کا خالق ہے۔ یہی سب کا پروردگار (رازق) ہے اور بالآخر سب نے اِسی میں جذب وفنا ہونا ہے۔ اِسی لئے اِسمِ اعظم، کلمہ یا 'نام'، کو سب کا سرتاج کہا گیا ہے۔ یہ انسان میں ندائے سُلطانی (انحدناد) کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو لوگ خُود کو اِس ندا سے مُنسلک کر لیتے ہیں وہ اِس کے سہارے اِس کے اُس منبع ومخزن تک پہُنچ جاتے ہیں۔ جو ہم سب کا ذاتی گھر یا (پرماتما) مالکِ کُل کا مقام ہے۔

(دادُو) سبدیں بندھیا سب رہے ، سبدیں سب ہی جائے
سبدیں ہی سب اُوپجے ، سبدیں سبے سمائے

(دادُو) سبدیں ہی سچ پایئے ، سبدیں ہی سنتوش
سبدیں ہی اِستھر بھیا ، سبدیں بھاگا سوک

(دادُو) سبدیں ہی سُوکشم[1] بھیا ، سبدیں سہج سمان
سبدیں ہی نِرگُن مِلے ، سبدیں نِرمل گیان

---

[1] سُوکشم، لطیف۔

(دادُو)

ایک سبد سب کچُھ کیا ، ایسا سمرتھ سوئے
آگیں پیچھیں تو کرے ، جے بل ہینا ہوئے
کھوج تہاں پیو پائیے ، جہنہ بن جھیا گن گائے
تہنہ آد پرس الیکھ ہے ، سہجیں رہیا سمائے
گیان لہر جہنئیں تھیں ہٹھے ، بانی کا پرکاس
اَن بھے جہنئیں تھیں اُوپجے ، سبدَیں کیا نواس
سُورج کوٹ پرکاس ہے ، روم روم کی لار
دادُو جوتی جگدیس کی ، انت نہ آوے پار
انحد باجے باجیئے ، امرا پُوری نواس
جوتی سُروپی جگمگے ، کوئی نرکھے نج داس
جنتر بجایا ساج کر ، کاریگر کرتار
پنچوں[2] کا رس ناد ہے ، دادُو بولن ہار
پنچ اُوپنا[3] سبد تھیں ، سبد پنچ سوں ہوئے
سائیں میرے سب کیا ، بُوجھے برلا کوئے
بندرت تینوں لوک بانُرا ، کیسے درس لہے
ناوُں نسان سکل جگ اُوپر ، دادُو دیکھت ہے
سنگ ہی لاگا سب پھرے ، رام نام کے ساتھ
چنتامنی ہردے بسے ، تو سکل پدارتھ ہاتھ

---

[1] بادشاہ اکبر نے سوال کیا تھا کہ آیا پہلے پانی پیدا ہُوا تھا یا ہَوا، زمین یا آسمان، مرد یا عورت۔ اِس نظم میں اِس کا جواب ہے۔ دادُو صاحب کا کہنا ہے کہ اُس قادرِ مُطلق کلمہ نے ہی تمام دُنیا کی تخلیق بہ یک جُنبشِ لب (کُن) سے کی تھی: قوت کی کمی کے باعث ہی تخلیق کا کام جلد یا بدیر یا رُک رُک کر کیا جاتا ہے۔ [2] خاک، آب، باد، آتش و خلا یہ پانچ عناصر ہیں۔ [3] پیدا ہُوا۔ مٹی، پانی، ہوا، آگ اور آسمان۔

دادُو سرگ پیال میں ، ساچا لیوے ناؤں
سکل لوک سر دیکھیئے ، پرگٹ سب ہی ٹھاؤں
ناؤں رے، ناؤں رے، سکل سرومنی ناؤں رے، میں بلہاری جاؤں رے
دُوتر تارے پار اُتارے ، نرک نِوارے ناؤں رے
تارن ہارا بھوجل پارا ، نِرمل سارا ناؤں رے
نُور دِکھاوے تیج مِلاوے ، جوتی جگاوے ناؤں رے
سب سُکھ داتا امرت راتا ، دادُو ماتا ناؤں رے

2. عبادتِ نامِ حق (نام بھگتی)، کا بے نظیر اثر

عبادتِ نامِ حق ہی نفس و مادیت سے نجات دِلانے کی واحد اکسیر دوا ہے۔ یہ نفس کو تمام کثافتوں سے پاک کرتی اور مُرید کو مالکِ کُل کے مقامِ لافنا تک لے جاتی ہے۔ جس طرح دُودھ میں گھی موجُود ہوتا ہے اُسی طرح عبادتِ نامِ حق میں آبِ حیات موجزن ہوتا ہے۔ سچا سالِک مُرشدِ کامل کے بتلائے ہوئے رُوحانی عمل کی ریاضت سے کلمۂ الٰہی (نام) کا آبِ حیات حاصل کرلیتا ہے۔ رُوحانی عمل و شغل میں مُتواتر و بے تکان مشغول رہنے والا سالِک ہی بِلا شُبہ اصل جوانمرد و بہادُر کہا جاسکتا ہے۔ یہ بزدِلوں کا کام نہیں وہ تو جھٹ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اِس راہ میں ثابت قدمی شرطِ لازم ہے۔

رُوح کو امر بیل سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ مُرشدِ کامل کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے آبِ حیات سے سینچنے پر یہ رُوح امر بیل کی مانند بڑھتی ہی جاتی ہے۔ حتّٰی کہ شجرِ لافنا ''اللہ تعالےٰ'' کا سہارا لے کر یہ اُوپر چڑھتی ہے۔ تب اِس میں (امر پھل) ثمر لافنا لگتا ہے۔

فقط کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل (شبد ابھیاس) کے ذریعہ ہی انسان جسم، حواس اور نفس کے بداوصاف اور بداثرات سے بالا ہوتا ہے۔ موت پر فتح یاب ہوتا ہے۔ تمام طرح کے خوف و خطرات سے چُھٹکارہ پاتا ہے اور خُدا کے رُوبرُو دِیدار کرتا ہے۔ یاد رہے، لاعلمی

ی تاریکی کو مٹانے، عرفانِ حق کو پانے اور اعمال کے پیچیدہ اور مضبوط جال کو کاٹنے کا، ماسوا اِس کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل و شغل کے دیگر کوئی کارگر طریق نہیں ہے۔ تمام قسم کی پرستش، خیرات، ریاضت، (مُقدّس مقامات کی) زیارت اور وید پُران و دیگر مذہبی کُتب، حتّٰی کہ سب کُچھ کلمۂ الٰہی (شبد یا نام) کے اندر ہی موجود ہے۔

چند خُوش قسمت اِنسان ہی رحمتِ حق کی بدولت مُرشدِ کامل کی صُحبت میں آتے، اُن سے کلمۂ الٰہی کی دَولت حاصل کرتے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُس دائمی سُکھ و سُکون سے لُطف اُٹھاتے ہیں۔

(دادُو)

سبد جرَے سو مِل رہے ، ایکے رس پُورا
کایُر بھاجَے جیوَ لے ، پگ مانڈے سُورا[1]
سبدوں ماہیں رام دھن ، جو کوئی لے بچار
دادُو اِس سنسار میں ، کبھُوں نہ آوے ہار
سبد، دُودھ، گھرت رام رس ، کوئی سادھ بلووَن ہار
دادُو امرت کاڑھ لے ، گورمُکھ گہے بچار
گھیو دُودھ میں رم رہیا ، ویاپک سب ہی ٹھور
دادُو بکتا[2] بہُت ہے ، متھ کاڈھیں تے اَور
کام[3] دھینُو گھٹ گھیو ہے ، دِن دِن دُربل ہوئے
گورُو گیان نہ اُپجے ، مَتھ نہیں کھایا سوئے[4]
ساچا سمرتھ گوُر مِلیا ، تِن تت دیا بتائے
دادُو موٹ[5] مہابلی ، گھٹ گھرت متھ کر کھائے

---

[1] کوئی جوانمرد ہی اِس راہ پہ مضبوطی و ثابت قدمی سے چل کر اپنے نقشِ قدم چھوڑتے ہیں۔ [2] بولنے والا تقریر کرنے والا۔ مُراد، نہ جانتے ہوئے بھی جاننے کا دعویٰ کرنے والے بہت ہیں۔ [3] گائے۔ [4] نا سمجھ لوگ جِن کو یہ علم نہیں کہ کس طرح اپنے اندر موجود آبِ حیات کو ریاضت و رُوحانی عمل کے ذریعہ نکالا جا سکتا ہے۔ وہ حیوان کی مانند ہیں، وہ اپنے اندر جاری آبِ حیات سے محرُوم رہ جاتے ہیں، اور غم و آلام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ [5] بڑا۔

(دادُو) اُمرت رُوپی ناؤں لے ، آتم تت پوشے
سہجیں سہج سمادھ میں ، دھرنی جل سوکھے
پسرے تینھوں لوک میں ، لپت نہیں دھوکھے
سو پھل لاگے سہج میں ، سُندر سب لوکے
ہر ترور تت آتما ، بیلی کر بِستار
دادُو لاگے اَمر پھل ، کوئی سادھو سینچن ہار

(دادُو) امر بیل ہے آتما ، کھار سمندا ماہیں
سُوکے کھارے نیر سُوں[1] ، امر پھل لاگے ناہیں
بھوگن ونتی بیل ہے ، میٹھی دھرتی باہے[2]
میٹھا پانی سینچئے ، دادُو امر پھل کھائے

سوال: (دادُو) سُدھیا ترشا کیوں بھُولئے ، سِیت تپت کیوں جائے
کیوں سب چھُوٹے دیہہ گُن ، ستگوُر کہہ سمجھائے

جواب: ماہیں تھیں من کاڈھ کر ، لے راکھے نج ٹھور
دادُو بھُولے دیہہ گُن ، بِسر جائے، جائے سب اور
ناؤں بھُلاوے دیہہ گُن ، جیو دسا سب جائے
دادُو چھاڑے ناؤں کوں ، تو پھر لاگے آئے

(دادُو) دِن دِن راتا رام سوں ، دِن دِن اِدھک سنیہہ
دِن دِن پیوے رام رس ، دِن دِن درپن دیہہ
دیہہ رہے سنسار میں ، جیو رام کے پاس
دادُو کچھ وِیاپے نہیں ، کال جھال دُکھ تراس

---

[1] نفسانی لذات بصورت کھارا پانی [2] بوئے، بونا، بیج ڈالنا۔

(دادُو)

سائیں ساچا ناؤں دے ، کال جھال مِٹ جائے
دادُو نربھے ہوئے رہے ، کبھوں کال نہ کھائے
جیتا پاپ سب جگ کرے ، تیتا ناؤں بِسارے ہوئے
دادُو رام سمبھالیئے ، تو ایتا ڈارے دھوئے
جب ہی رام بِساریئے ، تب ہی جھمپئے[1] کال
سر اُوپر کروَت[2] بہے ، آئے پڑے جم جال
بھرم تِمر[3] بھاجے نہیں ، رے جیئہ آن اُپائے
دادُو دیپک ساج لے ، سہجیں ہی مِٹ جائے
رام نام گُور سبد سُوں ، رے من پیل بھرم
نہکرمی سُوں من ملیا ، دادُو کاٹے کرم
ایک مہُورت من رہے ، ناؤں نرنجن پاس
دادُو سب ہی دیکھتاں ، سکل کرم کا ناس
ایک رام کے نام بِن ، جو کی جلن نہ جائے
دادُو کیتے پچ مُوئے ، کر کر بہت اُپائے
ناد بِنْد سوں گھٹ بھرے ، سو جوگی جیوے
دادُو کاہے کوں مرے ، رام رسم پیوے
اِہو نرنیکا ہے ہر نام
دُوجا نہیں ناؤں بِن نیکا ، کہہ لے کیول رام
نرمل سدا ایک ابناسی ، اجر اکل رس ایسا
دِڑھ گہہ راکھ مُول من ماہیں ، نرکھ دیکھ نج کیسا

---

[1] جھپٹے۔ جھپٹتا ہے۔ [2] آرہ۔ [3] وہم کا اندھیرا

یہہ رس میٹھا جہا امی رس ، امر انوپم پیوے
راتا رہے پریم سُوں ماتا ، ایسے جُگ جُگ جیوے
دُوجا نہیں اَور کو ایسا ، گُور انجن کر سُو جھے
دادُو موٹے بھاگ ہمارے ، داس بمیکی[1] بُو جھے
تُمہرے نائیں لاگ ہر جیون میرا
میرے سادھن سکل ناوُں نج تیرا
دان پُن تپ تیرتھ میرے ، کیول ناوُں تُمہارا
یہ سب میرے سیوا پُوجا ، ایسا برت ہمارا
یہ سب میرے بید پُرانا ، سُچ سنجم ہے سوئی
گیان دھیان یہی سب میرے ، اور نہ دُوجا کوئی
کام کرودھ کایا بس کرنا ، یہ سب میرے ناما
مُکتا گُپتا پرگٹ کہیئے ، میرے کیول راما
تارن ترن ناوُں نج تیرا تُم ہی ایک ادھارا[2]
دادُو انگ ایک رس لاگا ناوُں گہے بھو پارا

3. ذِکر (سُمِرن)

ذِکر ، حقیقی رُوحانی عمل کی بُنیاد ہے۔ مُجسّم مُرشدِ کامل کے بتائے ہُوئے مُقدّس ناموں کا ذکرِ باطنی ہر روز بِلا خوف و خطر ، بے پناہ صُورت میں عِشق ، عجز ، پرستش اور یکسُوئی دل کے ساتھ کیا جانا چاہیئے۔ اِنسان اِس عمل سے اپنے جسم کے نو دروازوں سے اُوپر اُٹھ کر رُوحانی روشنی کے طبق منڈل میں چلا جاتا ہے۔

---

[1] وِویکی ، عقلِ سلیم والا ، سمجھدار۔ [2] بُنیاد ، سہارا

ذِکر کا عمل مضبوط ہوجانے پر یہ ایک مُتواتر چلنے والے از خُود عمل کی صُورت اختیار کر لیتا ہے اور عالِم ندائے سُلطانی (شبد دُھن) سے مُنسلک ہوجاتا ہے۔ جو اُسے اپنے اصل منبع تک پہُنچاتی ہے۔ اور خُدا کے رُوبرُو دِیدار کراتی ہے۔ اِس لئے اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عامل ہر روز بِلاناغہ باقاعدہ کلمۂ الٰہی (شبد دُھن) کو سُنے اور اُس مقام کو تلاش کرے جہاں سے یہ (دُھن) نغمۂ شیریں پیدا ہو رہا ہے۔ جو اِس کا سرچشمہ ہے۔

ہم جہاں بھی ہوں، جو کام بھی کر رہے ہوں، کلمۂ الٰہی (شبد) سے ہماری لو لگی رہنی چاہیئے۔ ہمیں خُود کو اِس پر نِثار و قُربان کر دینا چاہیئے۔ مزید برآں کلمۂ الٰہی کی نادر نعمت بخشنے والے اپنے محبُوب و مہربان مُرشدِ کامِل کے دِیدار و انمول سُخن سُننے کے لئے دل میں سدا تڑپ بنی رہنی چاہیئے۔

ماہیں تھیں مُجھ کو کہے ، انتر جامی آپ
دادُو دُوجا دھند ہے ، ساچا میرا جاپ
دادُو نیکا ناؤں ہے ، تین لوک تت سار
رات دِوس رٹبو کری ، رے من اِیہے بچار
سانسے سانس سمبھالتاں ، اِک دِن مِلیئے آئے
سُمرن پینڈا[1] سہج کا ، ستگُور دِیا بتائے
چھن چھن رام سمبھالتاں ، جے جو جائے تے جاؤ
آتم کے آدھار کوں ، ناہیں آن اُپاؤ
دادُو رام اگادھ ہے ، بے حد لکھیا نہ جائے
آد انت نہیں جانیئے ، ناؤں نرنتر گائے
ایسا کون ابھاگیا[2] ، کچھُو دِڑاوے اَور
ناؤں بِنا پگ دھرن کوں ، کہو کہاں ہے ٹھور (دادُو)

---

[1] راستہ، طریق [2] بدقسمت

(داؤد) نِمکھ نہ نیارا کیجیٔے ، انتر تھیں اُر نام
کوٹیٔ[1] پتت[2] پاوَن[3] بھیٔے ، کیول کہتاں رام
داؤد رام سمبھال لے ، جب لگ سُکھی سریر
پھر پاچھیں پچھتائے گا ، جب تن من دھن دھرے نہ دِھیر
داؤد سب جگ بِش بھریا ، نِربِش بِرلا کوئے
سوئی نِربِش ہوئے گا (جاکے) ناوُں نِرنجن ہوئے
ناوُں[4] سپیڑا لیجیٔے ، پریم بھگتی گُن گائے
داؤد سُمرن پریت سوں ، ہیت سہت لیئو لائے
(داؤد) کہتا سُنتا رام کہہ ، لیتا دیتا رام
کھاتا پیتا رام کہہ ، آتم کنوّل بِسرام
کون پٹنتر[5] دیجیٔے ، دُوجا ناہیں کوئے
رام سریکھا رام ہے ، سُمریاں ہی سُکھ ہوئے
(داؤد) سب ہی بید پُران پڑھ ، میٹ ناوُں نِردھار
سب کچھ اِن ہی ماہی ہے ، کیا کریئے بِستار
پڑھ پڑھ تھاکے پنڈِتا ، کِنہوں نہ پایا پار
کتھ کتھ تھاکے مُنی جنا ، داؤد نائیں[6] ادھار
داؤد ہر کا ناوُں جل ، مَیں مین تا ماہیں
سنگ سدا آنند کرے ، بِچھڑت ہی مرجاہیں
داؤد اچیت نہ ہوئیے چیتن سوں کر چِت
یہ انحد جہنۂ تھیَں اُوپجے کھوجو تہنۂ ہی نِت
الکھ ناوُں انتر کہے ، سب گھٹ ہر ہر ہوئے

---

[1] کروڑوں۔ [2] گنہگار۔ [3] پاک۔ [4] درد کے ساتھ۔ [5] اُپما، تشبیہہ۔ [6] نام۔

دادُو پانی لُون جیُوں ، ناؤں کہیجے سوئے
چھاڑے سُرت سریر کُوں ، تیج پُنج میں آئے
دادُو ایسیں مِل رہے ، جیوں جل جل ہی سمائے
سُرت رُوپ سریر کا ، پَو کے پرسیں ہوئے
دادُو تن من ایک رس ، سُمرن کہیئے سوئے
پر آتم سوں آتما ، جیُوں پانی یں لُون
دادُو تن من ایک رس ، سب دُوجا کہیئے کَون
تن من بِلَے یُوں کیجئے ، جیُو گِھرت لاگے گھام
آتم کنوَل تہنّہ بندگی ، جہنّہ دادُو پرگٹ رام
نکھ سِکھ سب سُمرن کرے ، ایسا کہیئے جاپ
انتر بِگسے آتما ، تب دادُو پرگٹے آپ
انترگت ہَر ہَر کرے ، تب مُکھ کی حاجت ناہیں
سہجَیں دُھن لاگی رہے ، دادُو من ہی ماہیں
سبد اناحد ہم سُنیا ، نکھ سِکھ سکل سَریر (دادُو)
سب گھٹ ہر ہر ہوت ہے ، سہج ہی من تھیر
سب گھٹ مُکھ رسنا کرے ، رٹے رام کا ناؤں
دادُو پیوے رام رس ، اگم اگوچر ٹھاؤں
سبد سمانا جے رہے ، گوُر بائیک[1] بیدھا
اُن ہی لاگا ایک سوں ، سوئی جن سیدھا

---

[1] قول ، سخن ، بچن۔

ایسی لاگی مرم کی ، تن من سب بھُولا
جیوَن مِرتک ہوے رہے ، گہہ آتم مُولا
چیتن چِت رہیں نہ بِسیرے ، جہارس میٹھا
سبد نِرنجن گہہ رہیا ، اُن صاحِب دیٹھا
ایک سبد جن اُودھرے ، سُن سہجے جاگے
انتر راتے ایک سو ، سرس نہ مُکھ لاگے
سبد سمانا سَنمُکھ رہے ، پر آتم آگے
دادُو سیجھے دیکھتاں ، ابنا سِسی لاگے
تیرے ناوُں کی بلِ جاوُں ، جہاں رہوَں جے ٹھاوُں
تیرے بینوں کی بلہاری ، تیرے نَینھوں اُوپر واری
تیری مُورت کی بلِ کیتی ، وار وار ہوں دِیتی
سوبھت نُور تُمہارا ، سُندر جوت اُجارا
میٹھا پران پیارا ، تُوں ہے پیو ہمارا
تیج تُمہارا کہیئے ، نِرمل کاہے نہ لہیئے
دادُو بلِ[2] بلِ تیرے ، آو پیا تُوں میرے

---

[1] دیگر تمام کتابوں کے مُطابق ہے ماسوا اس کے سابقہ ایڈیشن کے۔
[2] قربان

عِشقِ حقیقی

1. عِشقِ حقیقی کی صُورت

فقط وہ ذاتِ حق ہی عِشقِ پاک ہے۔ اور یہ عشقِ الٰہی ہی عِشقِ حقیقی ہے جو اللہ تعالےٰ کی مانند بے پناہ و بیکراں ہے۔ ایسے عِشق میں کثرت وُ دُوئی ' ثانویت کا جذبہ ہرگز نہیں ہوتا۔ اِس میں عاشق اپنی تمام ہستی اپنے محبُوب میں غرق کر دیتا ہے۔ جُوں جُوں عِشق بڑھتا جاتا ہے۔ عاشق کی تڑپ بتدریج تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ عاشِقِ صادق کو بہشت (سورگ، بیکنٹھ) کے عیش و آرام تسکین نہیں دے سکتے۔ اُسے اپنے محبُوب سے وِصال کے بغیر کسی طور چین و قرار نہیں آ پاتا۔

نفس کی خواہشات و حواس کی لذّات سے بالا و بری ہو کر پُوری تندہی سے اللہ کے تصوّر میں محو و سرشار ہو جانا ہی سچّے عِشق کی اصل پہچان و نِشان ہے۔ اِس طرح کی کاملیت اللہ تعالےٰ سے مُکمّل وِصال میں مُضمر ہے۔ اِس وصالِ حق کی مٹھاس کا اِحساس و تجربہ بڑا نِرالہ ہوتا ہے۔ سچّا عاشق اِس عشقِ الٰہی کے آبِ حیات کو باطن میں نت نئی پیاس کے ساتھ محو و سرشار لُطف ہو کر سدا پیتا رہتا ہے۔ مگر کیا مجال کہ باہر کہیں اِس کا ذرا سا بھی اِظہار ہونے دے۔

(دادُو) عِسق اللہ کی جات ہے ، عِسق اللہ کا انگ
عِسق اللہ اوجُود[1] ہے ، عِسق اللہ کا رنگ[2]

---

[1] وجُود، جسم۔ [2] مُغل بادشا اکبر کے اللہ کے رنگ رُوپ، جسم، نسل و ذات کے مُتعلقہ سوال کا یہ دادُو صاحب کا دیا گیا جواب ہے۔

(دادُو) جیسا رام اَپار ہے ، تیسی بھگت اگادھ
اِن دُونیوں کی مِت[1] نہیں ، سکل پُکاریں سادھ

(دادُو) جیسا نِرگُن رام ہے ، تیسی بھگت نِرنجن جان
اِن دُونیوں کی مِت نہیں ، سنت کہیں پروان[2]

(دادُو) ایکے دِسا اننیہ[3] کی ، دُوجی دِسا نہ جائے
آپا بھُولے آن سب ، ایکئی رہے سمائے

(دادُو) کھیلیا چاہے پریم رس ، عالم[4] انگ لگائے
دُوجے کوں[5] ٹھاہر نہیں ، پہُپ نہ گندھ سمائے[6]

جہاں رام تہنّہ میں نہیں ، میں تہنّہ ناہیں رام
دادُو محل باریک ہے ، دُوے کو ناہیں ٹھام

(دادُو) مَیں ناہیں تب ایک ہے ، میں آئی تب دوئے
مَیں تیں پردہ مِٹ گیا ، تب جیوں تھا تیوں ہی ہوئے

(دادُو) جب دِل مِلا دیال سوں ، تب انتر کچھُ ناہیں
جیوں پالا پانی کوں مِلیا ، تیوں ہرجن ہر ماہیں
رام رتن چھاڑے نہیں ، ہر لے لاگا جائے
بیچیں ہیں اٹکے نہیں ، کلا کوٹ دِکھلائے[7]

جب من مِرتک ہوئے رہے ، اِندری بل بھاگا
کائیا کے سب گُن تجے ، نِنیرنجن لاگا

---

[1] حد، اندازہ۔ [2] قول، فیصلہ۔ [3] واحدالاشریک۔ [4] دُنیا۔ [5] گنجائش۔ [6] ایک پھُول میں اپنی خوشبو کے علاوہ دُوسری خوشبو نہیں سماسکتی۔ گویا دُنیاوی لذات کی چاہت اور خُدا کا عشق دونوں ایک ساتھ ناممکن ہیں۔ ؎ ہم خُدا خواہی و ہم دُنیائے دُوں + ایں خیال است و مُحال است و جنوں
[7] شاغل کو راہِ رُوحانیت میں کئی دِل کش کرشمات و کرامات نظر آئیں گے مگر اُسے اُن میں پھنسنا نہیں چاہیئے۔

(دادُو)

آد انت مدھ ایک رس ، ٹُوٹے نہیں دھاگا
دادُو ایکے رہ گیا ، تب جانی جاگا
منسا باچا کرمنا ، انتر آوے ایک
تاکوں پرتش[1] رام جی ، باتیں اور انیک
دادُو پیالہ نُور دا ، عاشق عرس پیوَن
اُٹھے پہر اللہ دا ، مُنہ دِٹھے جیوَن
دادُو ہر رس پیوَتاں ، کبھوں ارُچی نہ ہوئے
پیوت پیاسا نِت نوا ، پیوَن ہارا سوئے[2]
جیوں جیوں پیوے رام رس ، تیوں تیوں بڑھے پیاس
ایسا کوئی ایک ہے ، برلا دادُو داس
دادُو عملی رام کا ، رس بِن رہیا نہ جائے[3]
پلک ایک پاوے نہیں ، توتب ہیں تلف مرجائے
گُونگے کا گُڑ کا کہُوں ، من جانت ہے کھائے
تیوں رام رسائن پیوتاں ، سو سُکھ کہیا نہ جائے
کہئیں عاشق اللہ کے ، مارے اپنے ہاتھ
کہئیں عالم اُوجود سوں ، کہئیں جباں کی بات[4]
اندر پیڑ نہ اُوبھرے ، باہر کرے پُکار
دادُو سو کیوں کر لہے ، صاحب کا دِیدار

---

[1] ظاہر۔ [2] نام حق کا آبِ حیات پینے سے کبھی اُوب نہ جائے۔ دراصل سچا پیاسا (تشنہ کام) وہی ہے جس کے اندر ہر گھونٹ کے ساتھ ایک نئی پیاس جاگے۔ [3] نام حق کے عامل کی حالت یہ ہونی چاہیئے کہ اُس سے بغیر نام حق کے رُوحانی عمل کے رہا نہ جاسکے۔ گویا بقول گورو نانک صاحب "نام خُماری نانکا چڑھی رہے دِن رات" [4] نارسیدہ و ناپختہ درویش فقط زبانی جمع خرچ ہی کرتے ہیں۔

من ہی ماہیں جھورناں ، روَوے من ہی ماہیں
من ہی ماہیں دھاہ[1] دے ، دادُو باہر ناہیں
کہہ کہہ کیا دِکھلائیے ، سائیں سب جانے
دادُو پرگھٹ کا کہے ، کچھُ سمجھ سیانے
سوئی سیوگ سب جرے ، جیتا رس پیا
دادُو گوجھ[2] گمبھیر کا ، پرکاس نہ کیا

2. عِشقِ حقیقی کی قیمت

اپنا سب کچھُ نذر کرنے کی تیاری، اپنے سر (خُودی) کو عِشق کی قُربان گاہ پر نثار کر دینے کی تیز تمنّا ــــــ یہی تو عِشق حقیقی کی اصل قیمت ہے۔

اِسی لئے ایک سچّے عاشق کو 'جیتے جی مرنا' کا ہُنر سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سچّا عاشق صِلہ میں کچھ نہیں چاہتا۔ وہ یکسر اپنے محبُوب کی رضا میں راضی رہتا ہے۔ اور خُود کو اُن کے حُکم پر بے غرض وغایت نثار کر دیتا ہے۔ وہ یکسر "راضی ہیں، ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہے"، ہو جاتا ہے۔

سچّا عاشق تو محبُوب کا غُلام ہے، اُس کے در کا گدا ہے۔ لاکھ رُسوا و بے عزت ہونے پر بھی وہ اُس کا در نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنے محبُوب کی رحمت و فضیلت کے بمُقابلہ اپنے عِشق و خِدمت کو ہیچ و حقیر سمجھتے ہوئے ہمیشہ عاجز و مسکین بنا رہتا ہے۔ اُسے بہشت یا کسی کرامات و کرِشمات کی تمنا نہیں ہوتی۔ اُسے تو سدا بس اپنے محبُوب کی ہی چاہ و تمنا رہتی ہے۔

ساچا سِر سوں کھیل ہے ، یہ سادھو جن کا کام
دادُو مرنا آسنگھے[3] ، سوئی کہے گا رام

---

[1] دل ہی میں کراہتے ہیں۔ [2] رازِ خفی، رازِ دروں پردہ۔
[3] جو مرنے کی ہمت و حوصلہ رکھے۔

(دادُو) جے مجھ ہوتے لاکھ سر ، تو لاکھوں دیتی وار
سہہ[1] مجھ دِیا ایک سر ، سوئی سونپے نار
کائر کام نہ آوئی ، یہ سُورے کا کھیت
تن من سونپے رام کوں ، دادُو سِیس سہیت
رام کہے گا ایک کو ، جے جیوت مرتک ہوئے
دادُو ڈھونڈے پایئے ، کوٹی[2] مدھیہ کوئے
دادُو انگ نہ کھینچیئے ، کہہ سمجھاؤں توہے
موہے بھروسہ رام کا ، بنکا بال نہ ہوئے
(دادُو) تن من کام کریم کے ، آوے تو نیکا
جس کا تِس کوں سونپیئے ، سوچ کیا جی کا
جے سر سونپیا رام کوں ، سو سر بھیا سناتھ
دادُو دے اُرن[3] بھیا ، جس کا تِس کے ہاتھ
دادُو جے تُوں پیاسا پریم کا ، تو جیون کی کیا آس
سر کے ساٹے پلیئے ، تو بھر بھر پیوے داس
(دادُو) جب لگ جیا لاگے نہیں ، پریم پریت کے سیل
تب لگ پِو کیوں پایئے ، نہیں باجیگر کا کھیل
بھوٹے[4] بھورے تن کرے ، ونڈے[5] کر قُربان
میٹھا کوڑا[6] نہ لگے ، دادُو تو ہُو سانچ[7]
جب لگ سِیس نہ سونپیئے ، تب لگ عِشق نہ ہوئے
عاشق مرنے نہ ڈرے ، پیا پیالہ سوئے

---

[1] ساہ ، شاہ ، مالک۔ [2] کروڑ۔ [3] قرضہ بے باک ہو گیا۔ [4] بوٹی بوٹی۔
[5] بانٹ دے۔ [6] کڑوا۔ [7] تب وہ تیرے ساتھ (پاس) ہے۔

جیوت ماٹی ہووے رہے ، سائیں سنمکھ ہوئے
دادُو پہلی مر رہے ، پیچھے تو سب کوئے
میرے آگے میں کھڑا ، تا بھیں رہیا لُکائے
دادُو پرگٹ پیو ہے ، جے یہ آپا لائے
(دادُو) جیوت مرتک ہوئے کر ، مارگ ماہیں آو
پہلا سیس اُتار کر ، پیچھے دھریئے پانو
دادُو مارگ کٹھن ہے ، جیوت چلے نہ کوئے
سوئی چلیے با پُرا ، جے جیوت مرتک[1] ہوئے
مرتک ہووے سو چلے ، نیرنجن کی باٹ
دادُو پاوے پیو کوں ، لنگھے او گھٹ گھاٹ
(دادُو) سیوگ سیوا کر ڈرے ، ہم تھیں کچھو نہ ہوئے
توں ہے تیسی بندگی ، کر نہیں جانیں کوئے
اگیا ماہیں بیسے اُٹھے ، اگیا آوے جائے
اگیا ماہیں لیوے دیوے ، اگیا پہرے کھائے
پتی برتا گرہ آپنے ، کرے خصم کی سیو
جیوں راکھے تیوں ہی رہیے ، اگیا کاری ٹیو
کیا من کا بھاوتاں ، میٹی آگیا کار
کیا لے مکھ دکھلائیے ، دادُو اُس بھرتار

---

[1] توجہ کو جسم کے نو دروازوں سے ہٹا کر تیسرے تل یا نقطۂ سویدا پر یکسو کرنے سے جسم کے احساس و ہوش جاتے رہتے ہیں۔ مگر شاغل باطن میں از حد بیداری کی حالت میں رہتا ہے۔ فقرائے کامل کی اصطلاح میں اسے 'زندہ مرنے' کی کیفیت کہا گیا ہے۔

سَو دھکا سُنہاں[1] کوں دیوے ، گھر باہر کاڑھے
دادُو سیوگ رام کا ، دربار نہ چھاڑے
(دادُو)
کوئی بانچھے مُکتی پھل ، کوئی امرا پُوری باس
پریم پیالہ رام رس ، دادُو رام ملن کی پیاس
کوئی بانچھے پرم گت ، ہم کوں بھاوے یہہ
رِدھ سِدھ مانگے مُکت پھل ، چاہیں تن کوں دیہہ
رام رسِک بانچھے نہیں ، پرم پدارتھ چار
آٹھ سِدھ نو نِدھ کا کرے ، راتا سِر جنہار
پھل کارن سیوا کرے ، جاچے تربھون راو
دادُو سو سیوگ نہیں ، کھیلے اپنا ڈاو[2]
سہکامی سیوا کرے ، مانگے مُگدھ[3] گنوار
دادُو ایسے بہت ہیں ، پھل کے بھونچن ہار[4]
تن من لے لاگا رہے ، راتا سِر جنہار
دادُو کچھ مانگے نہیں ، تے بِرلا سنار
پنتھیڑا[5] اُنپتھ پچھانی رے پیو کا ، گہہ برہے کی باٹ
جیوت مِرتک ہوے چلے ، لنگھے اوگھٹ گھاٹ ، پنتھیڑا
ستگوُر سِر پر راکھئے ، نِرمل گیان بچار
پریم بھگتی کر پریت سوں ، سنمکھ سِر جنہار ، پنتھیڑا
پریم پر آتم سَو آتما ، جیوں جل ، جل ہی سمائے
من ہی سوں من لائیے ، لَے گے مارگ جائے ، پنتھیڑا

---

[1] کُتا۔ [2] داؤ۔ [3] بے وقوف۔ [4] خواہش مند
[5] راہ رو ۔ راہِ عشق کے مُسافر۔

تالہ[1] بیلی اُو بجے ، آتُر پیٹر پُکار
سُمر سینہی آپنا ، نِسدِن بارم بار ، پنتھیڑا
دیکھ دیکھ پگ راکھیئے ، مارگ کھانڈے دھار
منسا باچا کرمنا ، دادُو لنگھے پار ، پنتھیڑا

3. عشقِ حقیقی کی راہ

شدید ہجر و فراق ہی سچے عشق کی راہ ہے۔ عاشقِ صادق شِدّتِ ہجر و فراق کی تیز آتش میں جلتا رہتا ہے۔ اور اپنے محبُوب کی ایک جھلک کے لئے اِنتہائی عجز و انکسار کے جذبہ کے تحت ہر دم آنسو بہاتا رہتا ہے۔ اُسے محبُوب کے دِیدار کے بغیر زندگی بھاری بوجھ لگتی ہے۔ سچّے عاشق کی حالت ماہئی بے آب، بارش کی بُوند کے بغیر پپیہا، اور ماں کے دُودھ کے بغیر بچّہ جیسی ہوتی ہے۔ وہ شمع پر جلنے والے پروانہ یا شِکاری کے باجہ پر جان دینے والے ہرن کی مانند اپنے محبُوب کے عشق میں ہر لمحہ جان نثار کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اور آخر کار ایسے فُرقت زدہ کا ہی اپنے محبُوب سے وِصال ہوتا ہے۔

پیوَ پُکارے برہنی ، نِسدِن رہے اُداس
رام رام دادُو کہَے ، تالابیلی[1] پیاس
آرت[2] ونتی سُندری ، پل پل چاہئے پیو
دادُو کارن کنت کے ، تالابیلی جیو
کاہے نہ آوہُو کنت گھر ، کیوں تُم رہے رِسائے
دادُو سُندر سیج پر ، جنم امولک جائے
برہِن دُکھ کا سن کہَے ، کاسن دے سندیس
پنتھ نہارت پیو کا ، وِرہِن پلٹے کیس[3] (دادُو)

---

[1] بے چینی۔ [2] ہجر سے بے حد فُرقت زدہ۔ [3] بال سفید ہو جاتے ہیں۔ راہ دیکھتے دیکھتے جوانی سے بُڑھاپا آجاتا ہے۔

(دادُو) بِرہن دُکھ کا ہن کہَے ، جانت ہے جگدیس
دادُو نِسدِن بہہ رہے ، برہا کروت[1] سِیس

(دادُو) بِرہن کُرلے کُنج جِیوں[2] ، نِسدِن تلفت جائے
رام سنیہی کارنے ، رووت رَین بہائے

(دادُو) پاسَیں بیٹھا سب سُنَے ، ہم کوں جواب نہ دے
دادُو تیرے سِر چڑھے ، جیو ہمارا لے

دادُو اِس سنسار میں ، مُجھ سا دُکھی نہ کوئے
پِیوَ مِلن کے کارنے ، میں جل بھریا روئے

نہ وہ مِلے نہ میں سُکھی ، کہو کیوں جیون ہوئے
جن مُجھ کوں گھائِل کیا ، میری دارُو[3] سوئے

(دادُو) جب لگ سُرتی سِمٹَے نہیں ، من نِہچل نہیں ہوئے
تب لگ پِیو پرَسے نہیں ، بڑی بِپت یہ موہے

جیوں چاترک کے چِت جل بسَے ، جیوں پانی بِن مِین
جیسے چند چکور ہے ، اسیں (دادُو) ہر سوں کِین

بھنوّرا لُبدھی باس کا ، موہیا ناد کُرنگ
یوں دادُو کا من رام سوں ، (جیوں) دیپک جوت پتنگ

دادُو درُونے دَردوَند ، یہہ دِل درد نہ جائے
ہم دُکھیا دِیدار کے ، مہربان دِکھلائے

(دادُو) میں بھِکھیاری[4] منگتا ، درسن دِیہو دیال
تُم داتا دُکھ بھنجتا ، میری کرہو سنبھال

---

[1] آرہ۔ [2] کونج کی مانند چلاتی ہے۔ [3] دوا۔ [4] بھکاری۔

بِھا تمہارے درس کو ، موہیں ویاپے دِن رات
دُکھی نہ کیجئے دِین کوں ، درسن دیجئے تات

(دادُو) ہم دُکھیا دِیدار کے ، تو دل تھیں دُور نہ ہوئے
بھاوے ہم کوں جال دے ، ہُونا ہے سو ہو ئے

(دادُو کہے) جو کچُھ دِیا ہم کوں ، سو سب تُم ہی لیہو
تم بِن من مانے نہیں ، درس آپنا دیہو

دُوجا کچُھ مانگوں نہیں ، ہم کوں دے دِیدار
تُوں ہے تب لگ ایک ٹک[1] ، دادُو کے دِل دار

دادُو درسن کی رلی[2] ، ہم کوں بہت اَپار
کیا جانوں کبھیں مِلے ، میرا پران اَدھار

دادُو کارن کنت کے ، کھرا دوکھی بے حال
مِیرا[3] میرا مہر کر ، دے درسن درحال

ہم[4] کس ہیں کیا ہوئیگا ، بِرد[5] تمہارا جائے
پیچھیں ہی پچھتا ہُو گے ، تاں تھَیں پرگٹ ہو آئے

جس گھٹ عِشق اللہ کا ، تِس گھٹ لوہ[6] نہ ماس
دادُو جِیارے جک نہیں ، سِسکے سانسیں سَانس

دادُو تلفے پِیڑ سوں ، بِر ہی جن تیرا
سَسکے سائیں کارنے ، مِل صاحِب میرا

جس گھٹ برہا رام کا ، اُس نیند نہ آوے
دادُو تلفے برہنی اُس پیڑ جگاوے

---

[1] ایک ٹِک، مُتواتر۔ [2] لالچ، چاہ۔ [3] مالک۔ [4] سانس روکنے سے۔ [5] وعدہ۔ [6] لہُو۔

سارا سُورا نیند بھر ، سب کوئی سوئے
دادُو گھائل دردوَند ، جاگے آرُو روؤے
(دادُو) چوٹ نہ لاگی برہ کی ، پیِڑ نہ اُپجی آئے
جاگے نہ روؤے[1] دھاہ دے ، سووت گئی بِہائے
دادُو پیِڑ نہ اُوپجی ، نہ ہم کری پُکار
تا تھیں صاحِب نہ مِلیا ، دادُو بِیتی بار[2]
پریِت نہ اُپجے برہ بِن ، پریم بھگتی کیوں ہوئے
سب جُھوٹھے دادُو بھاو بِن ، کوٹ کرے جو کوئے
بِن دیکھے جیوَے نہیں ، برہ کا سہِہ نان[3]
دادُو جیوَے جب لگیں ، تب لگ برہ نہ جان
روم روم رس پیاس ہے ، دادُو کرہے پُکار
رام گھٹا دِل اُمنگ کر ، برسو سِر جنہار
برہ بِچارا لے گیا ، دادُو ہم کوں آئے
جہنہ اگم اگوچر رام تھا ، تہنہ برہ بِنا کو جائے
صاحِب جی کے ناؤں مانہہ ، برہا پیِڑ پُکار
تالا[4] بیلی روو ناں ، دادُو ہے دِیدار
اجھوں نہ نِکسے پران کٹھور
درسن بِنا بہُت دِن بیتے ، سُندر پریتم مور
چار پہر چاروں یگ بیتے ، رین گنوائی بھور
اَودھ گئی اجھوں نہیں آئے ، کِتھوں رہے چِت چور

---

[1] دھاڑ مار کر رونا۔ [2] موقع ، باری۔ [3] نِشان۔ [4] بے چینی ، تڑپ۔

کبھوں نین نرکھ نہیں دیکھے ، مارگ چِتوَن تور
دادُو ایسے آتُر برہِن ، جیسے چند چکور

دربار تُمہارے درد وند پو پیو پُکارے
دیدار دُرونے دیجیئے ، سُن خصم ہمارے
تنہا[1] کے تن پیر ہے ، سُن توُں ہی نوارے
کرم کریما کیجئے ، مِل پیو پیارے
سُول[2] سُلا[3] کو سو سہوں ، تیگ[4] تن مارے
مِل سائیں سُکھ دیجئے ، توُں ہی توُں سنبھارے
میں سُہدا[5] تن سوختہ[6] ، برہا دُکھ جارے
جو ترسے دیدار کوُں ، دادُو نہ بسارے

کیوں بسرے میرا پیو پیارا ، جیو کی جیون، پران ہمارا
کیوں کر جیوے مین جل بچھریں ، تُم بن پران سنیہی
چِنتامنی جب کر تھیں چھوٹے ، تب دُکھ پاوے دیہی
ماتا بالک دُودھ نہ دیوے ، سو کیسے کر پیوے
نردھن کا دھن انت بُھلانا ، سو کیسے کر جیوے
برکھو رام سدا سُکھ امرت ، نیجھر نرمل دھارا
پریم پیالہ بھر بھر دیجے ، دادُو داس تُمہارا

برہِن پیُو نہ سمبھارے
نِسدِن تلفے[7] رام کے کارن ، انتر ایک بچارے
آتُر[8] بھئی مِلن کے کارن ، کہہ کہہ رام پُکارے

---

[1] اکیلا۔ [2] درد۔ [3] زخم۔ [4] تیغ، تلوار۔ [5] مست فقیر۔ [6] جلا ہُوا۔ [7] تڑپے۔ [8] بے قرار

ساس اُساس نمکھ نہیں بِسرَے ، جِت تِت پنتھ نہارے
بِھرَے اُداس چہوں دِس چِتوت ، نَین نیر بھر آوے
رام بیوگ بِرہ کی جاری ، اور نہ کوئی بھاوے
بیاکُل بھئی سر ہر نہ سمجھے ، بِشم بان ہر مارے
داوُد درسن بِن کیوں جیوے ، رام سنیہی ہمارے

4. عشقِ صادق کا ثمرہ (پھل)

اللہ تعالےٰ عشق کی پیاس سے مرتے ہوئے فرقت زدہ کو ہی لافانی عشق کا جام پلاتا، اور ابدی زندگی عطا کرتا ہے۔ جو کوئی بھی عشق کی آگ کی شدّت کو سہہ پاتا ہے۔ وہی وِصال حق سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عشقِ حقیقی کے اِس نرالے کھیل میں عاشق و معشُوق کا کِردار ہی ادل بدل ہو جاتا ہے۔ اِس میں عاشق معشُوق ہو جاتا ہے۔ اور معشُوق عاشق بن جاتا ہے، عابد معبُود بن جاتا ہے، اور معبُود عابد ہو جاتا ہے۔ گویا بھگت بھگوان اور بھگوان بھگت ہو جاتا ہے۔

سچّے عاشق کو سدا مہربان و نگہبان اللہ کی حِفاظت میں کوئی خوف و خطر نہیں رہتا۔ اور وہ تمام رُوحانی عِلم و عِرفان (گیان) کا مالک بن جاتا ہے۔ عشقِ مولا کی چھوٹی سی چِنگاری تمام دُکا دلوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اور جب عاشقِ صادق اور محبُوبِ حقیقی کے درمیان کا پردہ جل جاتا ہے۔ تب سچّا عاشق اپنے پیارے محبُوبِ حقیقی کے رُوبرُو دِیدار کی دولت سے مالامال ہو جاتا ہے۔

داوُد پیاسا پریم کا ، صاحِب رام پلائے
پرگٹ پیالہ دیہو بھر ، مِرتک لیہو جِوائے

پریم بھگتی ماتا رہے ، تالا بیلی انگ
سدا سپیڑا[1] من رہے ، رام رمے اُن سنگ
پہلی آگم برہ کا ، پیچھیں پریت پرکاس
پریم لگن لے لین[2] من ، تہاں ملن کی آس
(داڈو) برہ پریم کی لہریں ، یہ من پنگل ہوئے
رام نام میں گل گیا ، بُوجھے برلا کوئے
عاسق ماسُوق[3] ہوئے گیا ، عِسق کہاوے سوئے
داڈو اُس معسُوق کا ، اللہ ہی عاسق ہوئے
رام برہنی ہوئے گیا ، برہنی ہوے گئی رام
داڈو برہا باپُرا ، ایسے کر گیا کام
رات دِوس کا رووَنا ، پہر پالک کا ناہیں
رووت رووت مِل گیا ، داڈو صاحِب ماہیں
(داڈو) ساچا صاحِب سراُوپریں ، تتی[4] نہ لاگے باو
چرن کنول کی چھایا رہے ، کیا بہت پساو[5]
نربھے بیٹھا رام جپ ، کبھوں کال نہ کھائے
جب داڈو کُنجر چڑھے ، تب سُنہا[6] جھکھ[7] جائے
پریم بھگت جب اُوپجے ، نِہچل سہج سمادھ
داڈو پیوے رام رس ، ستگُور کے پرساد
(داڈو کہے) سائیں کوں سنبھالتاں ، کوٹ بگھن ٹل جاہیں
رائی مان بسندرا ، کیتے کاٹھ جلاہیں[8]

---

[1] پُردرد۔ [2] لَولین ، جذب ، محو۔ [3] معشوق۔ [4] گرم۔ [5] رحم۔ [6] کتا۔ [7] جھانک۔ [8] رائی جتنی چنگاری سے لکڑی ڈھیر کے ڈھیر جل جاتے ہیں۔

دادُو عِشق اللہ کا ، جے کبھُوں بِر گئے آئے
(تو) تن من دِل اَرواح کا ، سب پڑدہ جل جائے
بِرہ اگن تن جالیئے ، گیان اگن دَوں لائے
دادُو نکھ سِکھ پرلہ[1] جلے ، تب رام بُجھاوے آئے
(دادُو) بِرہ اگن میں جل گئے ، من کے میل بکار
دادُو بِرہی پیُو کا ، دیکھے گا دِیدار

---

[1] آگ بھڑک اُٹھے۔

نفس

1. نفس پر قابو پانے کی ضرورت

جب سے نفس (من) اپنے اصل منبع (برہم) سے جہاں یہ بے خوف و مطمئن رہا کرتا تھا الگ ہوا ہے۔ یہ حواس کا غلام بن گیا ہے۔ اور ہمیشہ حقیر نفسانی لذات کے پیچھے دوڑتا پھرتا ہے۔ مغالطوں کے تحت آرام دہ محسوس ہونے والی لذات کی بے حد کشش کے باعث نفس پر قابو رکھنا قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے۔ یہ لذاتِ نفسانی کے جنگل میں ایک بدمست ہاتھی کی مانند گھومتا جھومتا رہتا ہے۔

بے شمار مہاتما، یوگی، سدھ، عارف و سالک، نفس کے ہتھکنڈوں کے شکار ہو چکے ہیں۔ یہ نفس انسان کو اس کی کبھی نہ مطمئن ہونے والی لذات کی طلب و تکمیل کے لئے سب کے سامنے دامن پھیلانے والا، ہیچ و حقیر، در در کا بھکاری بنا ڈالتا ہے۔ یہ نفس کبھی کبھی تو کسی باہری طریقِ عمل کے زیرِ اثر مردہ معلوم و محسوس ہونے لگتا ہے۔ مگر ذرا سا موقع پاتے ہی یہ فوراً دوبارہ زور شور سے برسرِ پیکار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں اِس سانپ جیسے خطرناک دشمن (نفس) کے ذرا سا خاموش و سست معلوم ہونے پر خود کو بے فکر و محفوظ نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ جب تک نفس پوری طرح قابو میں نہ آجائے۔ سکونِ دائمی کو پانا ممکن نہیں۔ اور یہ فقط مرشد و مولا کی رحمت سے ہی ممکن ہو پاتا ہے۔

اب من نِر بھے گھر نہیں ، بھے میں بیٹھا آئے
نِر بھے سنگ تھیں بچھُٹیا ، تب کائر ہوے جائے
دادُو یہ من برجی باورے ، گھٹ میں راکھی گھیر
من ہستی ماتا بہے ، اَنکُس دے دے پھیر
ہستیں چھُوٹا من پھرے ، کیوں ہی بندھیا نہ جائے
بہُت مہاوت پچ گئے ، دادُو کچھ نہ بسائے
من ہستی مایا ہستنی ، سگھن[1] بن سنسار
تا ہیں نِر بھے ہوئے رہیا ، دادُو مُگدھ گنوّار
دادُو وِشے بکار سوں ، جب لگ من راتا
تب لگ چِت نہ آوئی ، تِربھوَن پتی داتا
سُکھ دُکھ سب[2] جھائیں پڑے ، تب لگ کاچا من
دادُو کچھُ بیاپے نہیں ، تب من بھیا رتن
پاکا من ڈولے نہیں ، نِہچل رہے سمائے
کاچا من دہ دِس پھرے ، چنچل چہُوں دِس جائے
سیپ سُدھا رس لے رہے ، پوَے نہ کھارا نیر
ماہیں موتی نِپجے ، دادُو بند سریر[3]
(دادُو) کچھب اپنے کر لئے ، من اِندری نج ٹھور
نائیں نِرنجن لاگ رہو ، پرانی پر ہر اَور
من اِندری آندھا کیا ، گھٹ میں لہر اُٹھائے
سائیں ستگوُر چھاڑ کر ، دیکھ دیوانہ جائے

---

[1] گھنا۔ [2] سایہ۔ [3] باطنی توجہ والا شاغل باہری خواہشات ولذات سے دامن بچا کر، باطنی رُوحانی عمل وشغل کے آبِ حیات کا لُطف اُٹھاتا ہے۔ اور نتیجتاً باطن میں حق وعرفان کے نایاب گوہر کو پالیتا ہے۔

(دادُو کہے)

رام بِنا من رنک[1] ہے ، جاچے تینوں لوک
جب من لاگا رام سوں ، تب بھاگے دلدر دوش
اِندری کا ادھین من ، جیو جنت سب جاچے
تِنکے[2] تِنے کے آگیں دادُو ، تینہوں لوک پھر ناچے
دادُو جیوے پلک میں ، مرتاں کلپ بہائے
دادُو یہہ من مسکرا ، جن کوئی پتیائے[3]
دادُو یہہ من[4] مینڈک کا ، جل سوں جیوے سوئے
دادُو یہہ من رِند[5] ہے ، جن رُو پتیجے کوئے
ماہیں سوکشم[6] ہوے رہے ، باہر پسارے انگ
پون لاگ پورا بھیا ، کالا ناگ بھوونگ[7]
من بھُوونگ بہووِش بھریا ، نِروِش کیوں ہی نہ ہوئے
دادُو ملیا گوُر گارُوڑی[8] ، نِروِش کیا سوئے
یہہ من مارے مومناں ، یہ من مارے میر
یہہ من مارے سادھکاں ، یہ من مارے پیر
من مارے مُنیر[9] مُوئے ، سُر نر کیے سِنگھار
برہما بِسن ہیس سب ، راکھے سِر جنہار

---

[1] گدا، بھکاری۔ [2] حقیر و ہیچ۔ [3] مسخرا شخص صِرف باتیں ہی بناتا ہے، کرتا کراتا کچھ نہیں۔ لہٰذا اُس کی باتوں پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ بالکل اِسی طرح نفس (من) بھی اپنے ارادوں پر پُختہ نہیں، کمزور ہے۔ خُدانخواستہ اگر یہ عبادت و ریاضتِ حق کی طرف مائل ہونے کا ارادہ کرتا بھی ہے تو اُس پر قائم نہیں رہتا۔ [4] مینڈک۔ [5] مُتلوّن مزاج، ناپُختہ مزاج۔ [6] لطیف۔ [7] نفس جب باطن میں پُرسکون ہوتا ہے، تب اُس کی حالت کے متعلق کچھ پتہ نہیں چل پاتا لیکن جب اُسے باہر کی نفسانی لذات کی ہوا لگتی ہے، تب وہ کالے ناگ کی مانند خطرناک صُورت اِختیار کرلیتا ہے۔ [8] سانپ کا زہر اُتارنے والا۔ [9] رِشی مُنی

یہ من مادھو برجِ برجِ

اتی گتی پشیا سوں رَت ، اُٹھت جو گرجِ گرجِ

بِشے بِلاس ادِھک اتی اَتُر ، بِلست سنک نہ مانے

کھائے ہلاہل، مگن مایا میں ، بِش امرت کر جانے

پنچن کے سنگ بہت چہوں دِس ، الٹ نہ کبھوں آوے

جھنہ جھنہ کال جائے تہاں تہنہ ، مرگ جل جیوں من دھاوے

سادھ کہیں گورُ گیان نہ مانے ، بھو بھجن نہ تمہارا

دادُو کے تُم سجن سہائی ، کچھُو نہ بسائی ہمارا

رے من ساتھی ماہرا ، توُں سمجھایو کئی بارو رے

راتو رنگ کُسمب[1] کے ، تیں بِساریو آدھارو رے

سُپنا سُکھ کے کارنے ، پھر پچھیں دُکھ ہوئی رے

دیپک درشٹی پتنگ جیوں ، یوُں بھرم جلے جن کوئی رے

جبھیا سوارتھ آپنے ، جیُوں مِین مرے تج نیر رے

ماہیں جال نہ جانیو ، ناتھیں اُپنوں[2] دُکھ سریر رے

سوا دیں ہی سنکٹ[3] پریو ، دیکھت ہیں نرا ندھو رے

مُورکھ مُوٹھی چھاڑ دے ، ہوئے رہے نر بندھو[4] رے

---

[1] کُسمب کا پھُول ظاہرہ طور پر بڑا دلفریب نظر آتا ہے۔ مگر جلد ہی پھیکا پڑ جاتا ہے۔ [2] پیدا ہُوا۔ [3] تکلیف
[4] اِشارہ ہے کہ کس طرح بندر اپنے احمقانہ لالچ کے باعث پکڑا جاتا ہے۔ بندر کو پکڑنے والا، کسی تنگ مُنہ والے برتن میں بندر کی دِلپسند کھانے والی کوئی چیز ڈال کر، خُود چھُپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ بندر کسی کو آس پاس نہ پاکر، برتن کے پاس آتا ہے، اُس میں اپنا ہاتھ ڈال کر کھانے والی چیز کی مُٹھی بھر لیتا ہے مگر بھری ہوئی مُٹھی کو تنگ برتن سے باہر نکال نہیں پاتا۔ اور پکڑا جاتا ہے۔ اگر وہ مُٹھی کھول دیتا تو آزاد ہو جاتا۔ مگر اپنے بے حد لالچ کے باعث نہ وہ مُٹھی کھولتا ہے اور نہ آزاد ہو پاتا ہے۔

مان سِکھاون ماہری ، تُوں ہر بھج بھُول نہ ہاری رے
سُکھ ساگر سوئی سیوئیے ، جن دادُو رام سمبھاری رے
من رے تُوں دیکھے ناہیں ، ہے سوا گم اگوچر ماہیں
نس اندھیاری کچھُو نہ سُوجھے ، سنسے سرپ دِکھاوا[1]
ایسئیں اندھ جگت نہیں جانے ، جیو جیوڑی کھاوا
مرگ جل دیکھ تہاں من دھاوے ، دِن دِن جھُوٹھی آسا
جہنہ جہنہ جائے تہاں جل ناہیں ، نہچے مرے پیاسا
بھرم بِلاس بہُت بِدھ کیہنا ، جیوُں سپنے سُکھ پاوے
جاگت جھُوٹھ، تہاں کچھ ناہیں ، پھر پیچھیں پچھتاوے
جب لگ سُوتا تب لگ دیکھے ، جاگت بھرم بِلانا
دادُو انت اِیہاں کچھ ناہیں ، ہے سو سودھ سیانا

2. نفس (من) پر قابُو پانے کا طریق

یہ نفسِ امّارہ، جو حواس کی لذّات کی تلاش میں بے چین و بے قرار رہتا ہے۔ فقط اُس اِنتہائی شیریں کلمۂ الٰہی کا بے حد شیریں لُطف لینے کے بعد ہی مُطمئن ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس لُطف کو پانے کے لئے ہمیں پُورے عزم کے ساتھ اِس نفس (من) سے لڑنا چاہیئے۔ اپنے مُرشدِ کامِل سے عطا کئے گئے پاک ناموں کا یک سُوئی سے آہستہ آہستہ مگر اِستقلال سے ذِکر و وِرد کرنے' اُن کا حُکم بجا لانے اور درویشانِ حق کی صُحبتِ صالح (ست سنگ) کرنے سے نفسِ امّارہ کو

---

[1] اندھیرے میں رسّی سانپ کی مانند معلوم ہوتی ہے۔ اور کسی شخص کا اِس پر پاؤں پڑ جانے پر یوں محسُوس ہو سکتا ہے جیسے اُسے سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ شخص اِسی مُغالطہ کے باعث خُود کو سانپ کاٹے کا شِکار مان لیتا ہے۔ بعینہٖ ہی لاعلمی کے باعث یہ باطل جہان حقیقت معلوم ہوتا ہے اور ہم اِس کے زیرِ اثر

حقیر نفسانی لذّات کا مزہ پھیکا لگنے لگتا ہے۔ اور یہ اُس دِلرُبا پاک نُورانی ندائے سُلطانی (شبد دُھن) کے لُطف سے لُطف پانے لگتا ہے۔ دُوسرے الفاظ میں نفس پر قابُو پانے اور اُسے پُوری طرح پُرسکُون بنانے کا، کلمۂ الٰہی، شبد یا نام، ہی واحد کامیاب طریقِ عمل ہے۔ ایسا کرنے سے ہی مُکمل بیداری اور مالکِ کُل سے وِصال نصیب ہو سکتا ہے۔

آڑا دے دے رام کوں ، دادُو راکھے من
ساکھی دے اِستھِر کرے ، سوئی سادھُو جن
سوئی سُور جے من گہے ، نِمکھ نہ چلنے دے
جب ہیں دادُو پگ بھرے ، تب ہی پاکڑ لے
جیتی لہر سمند کی ، تیتے من ہیں منورتھ مار
بیٹھے سب سنتوش کر ، گہہ آتم ایک بچار
دادُو چُمبک دیکھ کر ، لوہا لاگے آئے
یوں من گُن اِندری سوں ، دادُو لیجے لائے
من کا آسن جے جو جانے ، تو ٹھُور ٹھُور سب سُوجھے
پنچوں آنِ ایک گھر راکھے ، تب اگم نِگم سب بُوجھے
جب لگ یہ من تھِر نہیں ، تب لگ پرس نہ ہوئے
دادُو منواں تھِر بھیا ، سہج مِلے گا سوئے
بِن اَولمبن کیوں رہے ، من چینچل چل جائے
اِستھِر منواں تو رہے ، سُمرن سیتی لائے
من اِستھِر کر لیجے نام
دادُو کہے تہاں ہی رام
ہر سُمرا(سوں) ہست کر ، تب من نہچل ہوئے

(داڈو) کوّا[1] بوہتھ[2] بیس کر ، منجھ سمندان[3] جائے
اڑِ اڑِ تھاکا دیکھ تب ، نہچل بیٹھا آئے
یہ من کاگد کی گڈی[4] ، اُڑ چڑھی آکاس
داڈو بھیگے[5] پریم جل ، تب آئے رہے ہم پاس[6]
من نرمل تھِر ہوت ہے ، رام نام آنند
داڈو درسن پائیے ، پوُرن پرم آنند
(داڈو) یہ من بھُولا سو گلی ، نرک جان کے گھاٹ
اب من اوِیگت ناتھ سوں ، گوُرو دکھائی باٹ
جب من لاگے رام سوُں ، تب انت کاہے کو جائے
داڈو پانی لوُن جیوں ، ایسیں رہے سمائے
چنچل چہوُں دِس جات ہے ، گوُر بایک سوُں بندھ
داڈو سنگت سادھ کی ، پار برہم سوُں سندھ
کوٹِ جتن کر کر مُوئے ، یہ من دہ دِس جائے
رام نام روکیا رہے ، ناہیں آن اُپائے
من تاجی[7] چیتن چڑھے ، لیو[8] کی کرے کمان
سبد گوُرو کا تاجناں[9] ، کوئی پہنچے سادھ سُجان
(داڈو) نفس[10] ناؤں سوُں ماریئے ، گوشمال[11] دے پند[12]
دُوئی ہے سو دُور کر ، تب گھٹ ہیں آنند

[1] کوّا۔ [2] کشتی۔ جہاز، [3] سمندر۔ [4] پتنگ۔ [5] عشق (پریم) کی طاقت پاکر ہی یہ نفس باہر کی بھاگ دوڑ چھوڑ کر یکسُو ہوتا ہے اور تکبّر ترک کر کے عاجزی وانکساری کرتا ہے۔
[6] تازی گھوڑا۔ [7] لگن، لَو۔ [8] تازیانہ، کوڑا۔ [9] من۔ [10] کان مروڑنا۔
[11] نصیحت۔

میرے تم ہی راکھن ہار ، دُوجا کو نہیں
یہ چنچل چھوں دِس جائے ، کال تہیں تہیں
من کیتے کیئے اُپائے ، نہچل نہ رہے
جہنہ برجوں تہنہ جائے ، مد ماتو بہے
جہنہ جانے تہنہ جائے ، تُم تھیں نہ ڈرے
تاسیوں کہا بسائے ، بھاوے تیوں کرے
سکل پُکاریں سادھ ، میں کیتا کیہیا
گوُر انکش مانے ناہیں ، نربھے ہوے رہیا
تُم بن اور نہ کوئی ، اِس من کو گہے
تُو راکھے راکھن ہار ، دادو تو رہے
من چنچل میرو کہیو نہ مانے ، دسوں دسا دورا وے رے
آوت جات بار نہیں لاگے ، بہت بھانتی بوراوے رے
بیر بیر[1] برجت یا من کوں ، رنچت سیکھ نہ مانے
ایسیں نکس جات یا تن تھیں ، جیسے جیو نہ جانے رے
کوٹک جتن کرت یا من کوں ، نہچل نمش نہ ہوئی رے
چنچل چپل چہوں دس بھرمے ، کہا کرے جن کوئی رے
سدا سوچ رہت گھٹ بھیتر ، من تھر کیسیں کیجے رے
سہجیں سہج سادھ کی سنگت ، دادو ہر بھج لیجے رے
رہو رے رہو من ماروں گا ، رتی رتی کر ڈاروں گا
کھنڈ کھنڈ کر ناکھوں[2] گا ، جہاں رام تہنہ راکھوں گا

---

[1] بار بار [2] ڈالوں گا۔

کہیا نہ مانے میرا ، سر بھانوں[1] گا تیرا
گھر ہیں کدے نہ آوے ، باہر کوں اُٹھ دھاوے
آتم رام نہ جانے ، میرا کہیا نہ مانے
داڈو گورمکھ پورا ، من سوں جوجھے[2] سورا
لاگ رہیو من رام سوں ، اب اَنتیں نہیں جا رے
اچلا سوں گھر ہوے رہیو ، سکے نہ چیت ڈُلائے رے
جیوں بھُجنگ[3] چندن رہے ، اپرمیل[4] رہے لبھائے رے
تیوں من میرا رام سوں ، اب کی بیرا گھلائے رے
بھنور نہ چھاڑے باس کوں ، کنولی رہیو بندھائے رے
تیوں من میرا رام سوں ، بیدھ رہیو چیت لائے رے
جل بن مین نہ جیوئی ، بچھرت ہیں مر جائے رے
تیوں من میرا رام سوں ، ایسی پریت بنائے رے
جیوں چاترک[5] جل کوں رٹے ، پیو پیو کرت بہائے رے
تیوں من میرا رام سوں ، جن داڈو ہیت لگائے رے

---

[1] توڑوں گا۔ [2] لڑائی کرے۔ [3] سانپ ناگ۔ [4] خوشبو۔ [5] پپیہا

اعمال

1. خُدائی اِنصاف

ہم جیسے اعمال کریں گے ویسا ہی پھل پائیں گے۔ یہ خُدائی اِنصاف ہے۔ اِس سے بچ نہیں سکتے۔ گزشتہ اعمال سے موجُودہ زندگی کی تشکیل ہوتی ہے۔ اور موجُودہ اعمال ہمارے مُستقبل کو شکل دیتے ہیں عموماً جذبۂ تکبّر کے زیرِ اثر اعمال کرنے والا شخص اپنے اعمال سے جُڑ جاتا ہے لیکن خُود کو خُدا کا کارِندہ سمجھ کر بغیر غرور و تکبّر کے اعمال کرنے والا اِنسان اپنے اعمال سے غیر آلود رہتا ہے۔

اِنسان فقط اُس واحد لاشریک کے عشق کے ذریعہ ہی اعمال کی بندش سے بری و بالا ہو جاتا ہے۔

گھٹ گھٹ دادُو کہہ سمجھائے ، جیسا کرے سو تیسا پاوے
کو کاہو کی سِیری ناہیں ، صاحب دیکھے سب گھٹ ماہیں
چھلنے چھلنے کیجیے ، چوڑیں پرگٹ ہوئے (دادُو)
دادُو ہَیں پیال میں ، بُرا کرے جن کوئے
اَن کِیا لاگے نہیں ، کِیا لاگے آئے
صاحب کے دربار ہے ، جے کچھ رام رجائے

۱؎ حِصّہ دار۔ ۲؎ رضا، مرضی۔

پہلی تھا سو اب بھیا ، اب سو آگئیں ہوئے
دادُو تینوں ٹھور کی ، بُوجھے برلا کوئے

(دادُو کہے) جے تیں کیا سو ہوئے رہیا ، جے توُں کرے سو ہوئے
کرن کراون ایک توُں ، دُوجا ناہیں کوئے

بش امرت سب پاوک پانی ، ستگوُر سمجھایا
منسا باچا کرمنا ، سوئی پھل پایا

(دادُو) جلنے بُوجھے جیو سب ، گُن اوگُن کیجے
جانِ بُوجھِ پاوک پڑے ، دئی دوس نہ دیجے

کرتا ہوئے کر کچھُ کرے ، اُس ماہیں بندھاوے
دادُو اُس کوُں پُوچھئے ، اُتّر نہیں آوے[1]

کرے کراوے سائیاں ، جن دیا اوجُود
دادُو بندہ بیچ ہے ، سوبھا کوُں موجُود

کرم کُہاڑا انگ بن ، کاٹت بارم بار
اپنے ہاتھوں آپ کوں ، کاٹت ہے سنسار

صاحب جی ست میرا رے ، لوک جھکھیں بہُتیرا رے
جیو جنم جب پایا رے ، متک لیکھ لکھایا رے
گھٹے بڑھے کچھُ ناہیں رے ، کرم لکھیا اُس ماہیں رے
بدھاتا بدھ کینہا رے ، سرج سبن کوں دینہا رے
سمرتھ سرجنہار رے ، سو تیرے نکٹ گنوارا رے
سکل لوگ پھر آوے رے ، توُ دادُو دیا پاوے رے

---

[1] جذبہ تکبر کے تحت اعمال کرنے والے سے گر پوچھا جائے کہ تیری ہستی کیا ہے؟ تو جواب نہیں بن پڑتا۔ ؎ کلہاڑا

ڈریئے رے ڈریئے ، پرمیسر تھیں ڈریئے رے
لیکھا لیوے بھر بھر دیوے ، تاتھیں بُرا نہ کریئے رے
ساچا لیجی ساچا دیجی ، ساچا سودا کیجی رے
ساچا راکھی جُھوٹا ناکھی ، بِش نہ پیجی رے
نِرمل گہیئے نِرمل رہیئے ، نِرمل کہیئے رے
نِرمل لیجئے نِرمل دیجئے ، انت نہ بہیئے رے
ساہ پیٹھایا بنج نہ آیا ، جِن ڈھکاوے رے
جھُوٹھ نہ بھاوے پھیر پٹھاوے ، کِیا پاوے رے
پنتھ دُہیلا جائے اکیلا ، بھار نہ لیجی رے
دادُو میلہ ہوئے سُہیلا ، سو کُچھ کیجی رے

2. مسئلہ تناسخ (آواگون اور پُنر جنم)

اِس جہان میں کُل چوراسی لاکھ جُونیان (زندگیاں) ہیں اور (جیو) ذی رُوح اپنے گزشتہ جنم کے اعمال، آرزوؤں اور اثرات کے مُطابق اُن میں سے کسی مُناسب و مخصُوص جُونی (زندگی) میں جنم لیتا ہے۔ ہم اپنی ذہنی عادات و خصلات کے باعث ہی جنّت و جہنم میں جاتے ہیں۔ یا اِنسان ،حیوان ،چرند و پرند ، کیڑے مکوڑے اور نباتات کی شکل میں پیدا ہو کر سُکھ اور دُکھ پاتے ہیں۔

حیات و موت کا مُسلسل چلنے والا یہ چکر مُتواتر اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اور ذی رُوح کسی طور بھی اِس سے بچ نہیں سکتا۔ عابدانِ حق (پربھُو بھگت) فقط خُدا کی پناہ میں ہی اِس سے نجات پا سکتے ہیں۔ ہمیں اِس دُنیا و جہان سے کبھی کوئی اُمید و آرزو نہیں رکھنی چاہیئے کیونکہ یہ جہان تو ایک پیچیدہ اور مضبُوط جال ہے جو ذی رُوح کو اپنی جکڑ میں لئے رکھتا ہے۔

جس کی سُرت جہاں رہے ، تِس کا تہنّہ بِسرام
بھاوے مایا موہ میں ، بھاوے آتم رام
جہنّہ من راکھے جیوتاں ، مرتاں تِس گھر جائے
دادُو باسا پران کا ، جہنّہ پہلی رہیا سمائے
جہنّہ سُرت تہنّہ جیو ہے ، جہنّہ ناہیں تہنّہ ناہیں
گُن نرگُن جہنّہ راکھیئے ، دادُو گھر بن ماہیں
جہاں سُرت تہنّہ جیو ہے ، جہنہ جانے تہنّہ جائے
گم اگم جہنّہ راکھیئے ، دادُو تہاں سمائے
جپ تپ کرنی کرِ گئے ، سرگ پُہنتے[1] جائے
دادُو من کی باسنا ، نرک پڑے پھر آئے
برتن[2] ایکے بھانت سب ، دادُو سنت اسنت
بھِن بھاو انتر گھنا ، منسا تہاں گھِھنت[3]
کرم پھِراوے جیو کوں ، کرموں کوں کرتار
کرتار کوں کوئی نہیں ، دادُو پھیرن ہار
رام بِمکھ جگ جگ دُکھی ، لکھ چوراسی جیو
جامے مرے جگ آوٹے ، راکھن ہارا پیو
دادُو اِس سنسار سوں ، نمکھ نہ کیجے نیہہ
جامن مرن آوٹنا[4] ، چھن چھن داجھے دیہہ

سبزی خوری
شراب و گوشت سے ممانعت

جانداروں کو قتل کرنے والا اِنسان سیدھا جہنّم جاتا ہے۔ گوشت خور انسان جِس کا بھی گوشت کھاتا ہے دراصل وہ اُس کے لئے اجل (کال) ہی تو ہے۔ ایسے اِنسان کا دِل جذبۂ رحم سے عاری ہوتا ہے۔ اُس کی خصلت شیر، گیدڑ، کوّے اور کُتّے جیسی ہوجاتی ہے ــــ گوشت خوری، شراب نوشی، اور دیگر نشیلی اشیا کے اِستعمال سے اِنسان شہوت پرست، غُصیّل، بدچلن اور ہوس کار بن جاتا ہے۔ یُوں وہ وصالِ حق کی راہ سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور حقیر دُنیاوی عیش و عِشرت کے پیچھے بھٹکتا پھرتا ہے۔

یہ بات کتنی قابلِ افسوس ہے کہ اِنسان اپنے اور خُدا کے درمیان اصل رُکاوٹ، غُرور اور تکبّر کو ختم کرنے کی بجائے خُدا کی بنائی مخلوق کو ختم کرتا پھرتا ہے۔ وہ خُود کے بنائے مندر و مسجد کی تو حِفاظت کرتا ہے۔ مگر خُدا کے بنائے ہوئے مندروں (جانداروں) کو ختم کرتا ہے۔ اور اُس پر طُرّہ یہ کہ وہ خُود کو مُحافظِ دین دھرم کا کھوالا سمجھتا و کہلاتا ہے۔

ذرا سوچئے تو یہ خُود کو پجاری و مُلّا کہلانے والے لوگ مذہب کے نام پر کِتنے جانوروں قتل و قُربان کرتے ہیں۔

یقیناً اُیک دن ایسا آئے گا جب ایسے اِنسانوں کی حالت ٹھیک وہی ہوگی جو اُن کے ذریعہ قتل کئے ہُوئے جانداروں کی ہوئی ہے کیوں کہ کرموں کا قانُون لازم واٹل ہے اس کے تحت یہ یقینی ہے کہ جس کو ہم قتل کرتے ہیں وہ ہمیں ضرور مارے گا۔ یعنی جس کی ہم جان لیتے ہیں وہ ہماری جان ضرور لے گا۔ اِس سے زیادہ سنگدلی و بے رحمی اور کیا ہوگی کہ ہم اُن جاندارو ں کو قتل کرتے ہیں جو نہ تو خُود اپنی حفاظت کرسکتے ہیں اور نہ ہی اپنی فریاد ہم کو سُنا سکتے ہیں۔ بلکہ جو غریب و مسکین صرف گھاس اور پانی پر ہی زندہ رہتے ہیں۔

(دادُو) کوئی کاہُو جیو کی ، کرے آتما گھات
ساچ کہُوں سُنتا نہیں ، سو پرانی دوجگ[1] جات

(دادُو) ناہر سِنگھ سیال سب ، کیتے موسلمان
مانس کھائے مومن بھئے ، بڑے میاں کا گیان

(دادُو) مانس اہاری جے نرا ، تے نرسِنگھ سِیال
بگ[2] ، منجار[3] سُنہا[4] صحی ، ایتا[5] پرتش کال

(دادُو) مُوئی مار مانس گھنے ، تے پرتھ جم کال
مِہر دیا نہیں[6] سنہہ دِل ، کُوکر کاگ سِیال
مانس اہاری مدّ پوے ، بِشے بکاری سوئے
دادُو آتم رام بن ، دیا کہاں تھیں ہوئے

(دادُو) بگنی بھنگا کھائے کر ، متوالے بھانجھی
پیکا ناہیں گانٹھڑی ، پاتاہی کھانجھی[7]

---

[1] دوزخ، جہنم [2] بگلا۔ [3] بلی۔ [4] کتا۔ [5] ظاہرہ، رُوبرُو۔ [6] سنگدل، بے رحم۔ [7] شراب۔ [8] بھانگ کھا یا پی کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پلّے ایک پیسہ نہیں ہوتا۔ مگر "پدرم سلطان بوُد" کی شیخی بگھارتے ہیں۔

لنگر لوگ لوبھ سوں لاگے ، بولیں سدا اُنہیں کی بھیر
جور جلم بیچ پٹ پارنے ، آد انت اُنہیں سوں بیر
تن من مار رہے سائیں سوں ، تن کوں دیکھ کریں تا جیر
یہ بڑ بوجھ کہاں تھیں پائی ، ایسی قجا اولیا پیر
بے بہر گمراہ غافل ، گوشت خوردنی
بے دِل بدکار عالم ، حیات مُردنی
چھل کر بل کر دھاے کر ، مارے جیہی نہیں پھیر
دادو تاہے نہ دیجیے ، پرنے سگی پتیر[1]

(دادو) دُنیا سوں دل باندھ کر ، بیٹھے دین گنوائے
نیکی ناوں بسار کر ، کرد کمایا کھائے[2]

(دادو) گل کاٹے کلمہ بھرے ، آیا[3] بچارا دین
پانچوں بخت نماج گزارے ، ثابت نہیں اقین[4]
بھیتر دُندر[5] بھر رہے ، تن کوں ماریں ناہیں
صاحب کی ارواح کوں ، تاکوں مارن جاہیں

(دادو) موے کوں کیا ماریئے ، میاں موئی مار
آپس کوں مارے نہیں : اوروں کواں ہُسیار

(دادو) جا کوں مارن جایئے ، سوئی بھِر مارے
جا کوں تارن جایئے ، سوئی بھِر تارے
آپ چناوے دیہرا ، تس کا کرے جتن
پرتش پرمیسر کیا ، سو بھانے جیو رتن

---

[1] چچازاد بہن۔ [2] چھری کی کمائی کھانا۔ گلے کاٹ کر کھاتا ہے۔ [3] بچارا بکرا۔ [4] یقین ثابت نہیں، ایمان سلامت نہیں۔ [5] وہم، شکوک، وسوسے۔

میت سنواری مانسوںؐ ، تِس کوں کرے سلام
عین آپ پیدا کیا ، سو ڈھاہے موسلمان
باچا بندھی ، جیو سب ، بھوجن پانی گھاس
آتم گیان نہ اوپجے ، داڈو کرہے بناس
کالا مُنہ کر کرد کا ، دِل تھیں دُور نِوار
سب صُورت سُبحان کی ، مُلاّں مُگدھ نہ مار[2]
گلا غُصّے کا کاٹیئے ، میاں منی کوں مار
پنچوں[3] بسمل[4] کیجیے ، یہ سب جیو اُبار
بَیر برودھین آتما ، دیا نہیں دِل ماہیں
داڈو مُورت رام کی ، تا کو مارن جاہیں
آپا میٹے ہر بھجے ، تن من تجے بِکار
نِر بیری سب جیو سوں ، داڈو یہ مت سار

شریعت کی مذمّت

1. ظاہری نُمائش اور مذہبی مکر و فریب

مذہب کی ظاہرہ نُمائش مثلاً خرقہ، گودڑی، یا نیلے پیلے کپڑے پہننا، مالا و تسبیح پھیرنا، جسم پر خاک ملنا، بال مُونڈوانا یا جٹا رکھنا اور کاسۂ گدائی (کشکول) لے کر خیرات مانگنا وغیرہ ماسوا نُمائش و مکر و فریب کے کچھ نہیں ہے۔ خُدا کے سچے عاشق ایسا کوئی باہری دکھاوا نہیں کرتے کیونکہ یہ مکر و فریب اور نُمائش فقط دُنیا کو دِکھانے کے لئے ہوتا ہے۔ سالکان حق (پربھو بھگتوں) کا تمام عمل و شغل باطنی ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ باطن (انتر) میں اُس کلمۂ الٰہی (شبد) سے مُنسلک ہوتے ہیں۔ جو واحد حقیقت ہے۔

اُوپرلے[1] عالم سب کرے ، سادھو جن گھٹ ماہیں
داُدو ایتا انترا ، تاتھئیں بنتی ناہیں
کورا کلس[2] اواہ کا ، اُوپر چتر انیک
کیا دیکھئے داُدو بست بن ، ایسے نانا بھیش
باہر داُدو بھیش بن ، بھیتر بست اگادھ
سولے ہردے راکھئے ، داُدو سنمکھ سادھ

---

[1] ظاہرہ، باہر [2] کمہار کا آواہ

سوانگ سادھ بھُو انترا ، جیتا دھرن اکاس
ساڈھو راتا رام سُوں ، سوانگ جگت کی آس
(دادُو) مالا تِلک سُوں کچھُ نہیں ، کاہو سیتی کام
انتر میرے ایک ہے ، اَیہہ بنس اُس کا نام
گھٹ ماہیں مایا گھنی ، باہری تیاگی ہوئے
پھاٹیؔ کنتھا پہر کر ، چِہنؔ کرے سب کوئے
(دادُو) کبھُوںؔ کوئی جن مِلے ، بھگت بھیش سُوں جائے
جیوں جنم کا ناس ہے ، کہے امرت بِش کھائے
(دادُو) پہنچے پُوت بٹاؤ ہوے کر ، نٹ جیوں کاچھیا بھیش
خبر نہ پائی کھوج کی ، ہم کوُں مِلیا اِیش
(دادُو) مایا کارن مُونڈ مُنڈایا ، یہہ تو جوگ نہ ہوئی
پار برہم سُوں پرچہ ناہیں ، کپٹ نہ سیجھے کوئی
پیوَ نہ پاوے باوری ، رِچ رِچ کرے سِنگار
دادُو پھِر پھِر جگت سُوں ، کرے گی بِبھچار
(دادُو) جگ دِکھلاوے باوری ، شوڑس کرے سِنگار
تہنہ نہ سنوارے آپ کوُں ، جہنہ بھیتر بھرتار
سُدھ بُدھ جیو دھجائے کر ، مالا سنکل باہے
دادُو مایا گیان سوں ، سوامی بیٹھا کھائےؔ
جوگی جنگم سیوڑے ، بَودھ سنیاسی سیخ
شٹ درسن دادُو رام بِن ، سبے کپٹ کے بھیکھ

---

۱ گودڑی۔ ۲ چہن۔ ۳ پاکھنڈی گورو چیلوں کے گلے میں کنٹھی ڈال اور دنیاوی لالچ کا منتر پھُونک کر اُن سے بھیک منگواتے ہیں اور خود اُس پر مزے اُڑاتے ہیں۔

(دادُو) باہر کا سب دیکھیئے ، بھیتر لکھیا نہ جائے
باہر دِکھاوا لوک کا ، بھیتر رام دِکھائے

(دادُو) سچ بن سائیں نہ مِلے ، بھاوے بھیش بنائے
بھاوے کروت اُردھ مُکھ[1] ، بھاوے تیرتھ جائے

(دادُو) ساچا ہر کا ناؤں ہے ، سو لے ہردے راکھ
پاکھنڈ پر پنچ دُور کر ، سب سادھوؤں کی ساکھ

نرنجن جوگی جانِ لے چیلا ، سکل بیاپی رہے اکیلا
کھپتر نہ جھولی، ڈنڈ اُدھاری + مٹھی نہ مایا لیہو بچاری
سینگی مُدرا بھبُوتی نہ کنتھا + جٹا جاپ، آسن نہیں پنتھا
تیرتھ برت نہ بن کھنڈ باسا + مانگ نہ کھائے نہیں جگ آسا
امر گورُو ابناسی جوگی + دادُو چیلا مہارس بھوگی

2. باہری عمل بے معنی ہیں

اُس مالک کُل کو 'مایا' (مادیت) سے پیدا شُدہ دیوی دیوتاؤں مثلاً برہما، وِشنُو اور شِو کی صف میں نہیں لانا چاہیئے۔ مگر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ عام لوگ مُروجہ دیوی دیوتاؤں کی پرستِش کو ہی عبادتِ حق (پربھُو بھگتی) سمجھنے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

تمام شرعی رواج، مذہبی رسُومات اور باہری عمل مثلاً پتھر اور پانی کی پرستِش، مُقدس مقامات اور مندروں کی زیارت، نام نہاد ویدک یا دوسرے کرم کانڈ کرنا، دھرم گرنتھوں کا پاٹھ کرنا، ندیوں اور تالابوں میں نہانا، چھُوا چھُوت کو ماننا، فاقہ اور برت رکھنا، مسجد کی دیوار پر چڑھ کر اُونچی آواز سے خُدا کو پُکارنا (اذان دینا) وغیرہ سب

---

[1] خواہ اُلٹے لٹکے آرہ سے سر کٹوائے یا تیرتھ جائے۔

بے معنی عمل ہیں۔ یہ تو سچے باطنی رُوحانی عمل کی بگڑی ہوئی شکل اور مذہب کا محض مذاق ہے۔

مایا رُوپی رام کوں ، سب کوئی دھیاوے
الکھ آدِ انادِ ہے ، سو داؤد گاوے
برہما کا بید بِشن کی مُورت ، پُوجے سب سنسار
مہا دیو کی سیوا لاگے ، کہیں ہے سِرجنہار[1]
مایا کا ٹھاکر کیا ، مایا کی مہمائے
ایسے دیو اننت کر ، سب جگ پُوجن جائے
مایا بیٹھی رام ہوئے ، کہے میں ہی موہن رائے
برہما بِشن مہیس لوں ، جونی اوے جائے
نرنجن کی بات کہہ ، آوے انجن ماہیں
داؤد من مانے نہیں ، سرگ رساتل جاہیں
مایا بیٹھی رام ہوئے ، تاکوں لکھے نہ کوئے
سب جگ مانے ست کر ، بڑا اچنبھا موہے
کام دھینو کے پٹترے[2] ، کرے کاٹھ کی گائے
داؤد دُودھ دُوجھے نہیں ، مُورکھ دیہہ بہائے
چنتامنی[3] کنکر کیا ، مانگے کچھو نہ دے
پارس کیا پشان کا ، کنچن کدے[4] نہ ہوئے
داؤد آتم رام بن ، بھول پڑیا سب کوئے

---

[1] خالق۔ [2] مانند، بمقابل، بجائے۔ [3] ایک منی (ہیرا)، جو منہ مانگی چیز دیتی ہے۔ [4] کبھی۔

مُورت گھڑی[1] پشان کی ، کِیا سِرجنہار
دادُو ساچ سُوجھے نہیں ، یُوں ڈُوبا سنسار
پُرش بدیس کامنی کِیا ، اُس ہی کے اُنہار[2]
کارج کو سیجھے نہیں ، دادُو ماتھیں مار
کاگد کا مانس کیا ، چھترپتی سر مَور
راج پاٹھ سادھے نہیں ، دادُو پری ہر اَور
(دادُو) جن کنکر پتھّر سیویا ، سو اپنا مَن مُول گنوائے
الکھ دیو انتر بَسے ، کیا دُوجی جاگہہ جائے
پتھّر پیویں دھوئے کر ، پتھّر پُوجیں پران
انت کال پتھّر بھئے ، بہُو بُوڑے یہ گیان
(دادُو) کوئی دوڑے دوارکا ، کوئی کاسی جاہیں
کوئی متھرا کوں چلے ، صاحب گھٹ ہی ماہیں
(دادُو) ہِندُو لاگے دیہُورے[3] ، مُسلمان مسیت[4]
ہم لاگے اِک ایش سوں ، سدا نِرنتر پریت
نہ تہاں ہندُو دیہُورا ، نہ تہاں تُرک مسیت
دادُو آپے آپ ہے ، نہیں تہاں رہ ریت
دادُو باندھے بید بِدھ ، بھرم کرم اُرجھائے
مرجادا[5] ماہیں رہے ، سُمرن کِیا نہ جائے
جے کچھُ بید پُران تھیں ، اگم اگوچر بات
سو اُن بھے ساچا کہے ، یہ دادُو اکہہ کہات

---

[1] تراشی ، بنائی۔ [2] اگر عورت پردیس گئے ہوئے اپنے مرد کی مُورتی یا بُت بنا کر رکھ لے تو اس سے کوئی کام نہ بنے گا۔ کام تو زندہ مرد سے ہی ہو گا۔ [3] مندر۔ [4] مسجد۔ [5] مریادہ ، قاعدہ۔

داڈو پاتی پریم کی ، برلا بانچے کوئے
بید پُران پُستک پڑھیں ، پریم بنا کیا ہوئے

بہیے سُنبے من سُکھی ، کریبا اَورَے کھیل
باتوں تمر نہ بھاجیئی ، دیوا باتی تیل

(داڈو) مِصری مصری کیجیئے ، مُکھ میٹھا ناہیں
میٹھا تب ہی ہوئیگا ، چھٹکاوَے ماہیں

پڑھے نہ پاوَے پرم گت ، پڑھے نہ لنگھے پار
پڑھے نہ پہنچے پرانیاں ، داڈو پیڑ پُکار

داڈو نیرے ناؤں بن ، جھوٹھا کتھیں گیان
بیٹھے سر خالی کریں ، پنڈت بید پُران

قاجی قجا نہ جانہی ، کاگد ہاتھ کتیب
پڑھتاں پڑھتاں دن گئے ، بھیتر ناہیں بھید

مس[1] کاگد کے آسرے ، کیوں چھوٹے سنسار
رام بنا چھوٹے نہیں ، داڈو بھرم[2] بکار[3]

(داڈو) پانی دھوویں باورے ، من کی میل نہ جائے
من نرملا تب ہوئے گا ، جب ہر کے گُن گائے

(داڈو) پہو من تینیوں لوک ہیں ، ارس پرس سب ہوئے
دیہی کی رشیا کرَے ، ہم جن بھیٹے کوئے[4]

مون گہیں تے باورے ، لولیں کھرَے ایان
سہجیں راتے رام سوں ، داڈو سوئی سیان

---

[1] سیاہی۔ [2] وہم شکوک۔ [3] بُرائیاں۔ [4] چھونا۔ لوگ جسمانی چھوا چھوت سے تو مُحتاط رہتے ہیں، مگر یہ من (نفس) تو سب جگہ ہر شے کو چھوتا پھرتا ہے۔

(دادُو) دھیان دھریں کا ہوت ہے ، جے من کا مَیل نہ جائے
بگ مینی کا دھیان دھر ، پسُو بچارے کھائے
ہر روز جھُوری ہوئے رہو ، کاہے کرے کلاپ[1]
مُلاّں تہاں پکاریئے ، جنہہ عرس[2] الٰہی آپ
جگ اندھا نین نہ سُوجھے ، جن سرجے تا ہے نہ بُوجھے
پاہن کی پُوجا کرے ، کرے آتم گھاتا
نرمل نین نہ آوئی ، دوُ[3] جگ دِس جاتا
پُوجے دیو دِہاڑیا[4] ، مہا مائی مانے
پرگٹ دیو نرنجنا ، تاکی سیو نہ جانے
بھیروں بھُوت سب بھرم کے ، پسُو پرانی دھیاوے
سرجنہارا سبن کا ، تا کوں نہیں پاوے
آپ سوارتھ میدنی[5] ، کا کا نہیں کرئی
دادُو ساچے رام بِن ، مر مر دُکھ بھرئی
ساچا رام نہ جانے رے ، سب جھُوٹھ بکھانے رے
جھُوٹھے دیوا جھُوٹھی سیوا ، جھوٹھا کرے پسارا رے
جھُوٹھی پوجا، جھُوٹی پاتی ، جھُوٹھا پُوجنہارا رے
جھُوٹھا پاک کرے رے پرانی ، جھُوٹھا بھوگ لگاوے
جھُوٹھا آڑا پڑدہ دیوے ، جھُوٹھا تھال بجاوے

---

[1] دُکھ، غمگین۔ [2] عرش، مُلاّ خدا کو عرش پر تو پکارتا پھرتا ہے مگر اپنے باطن میں، جہاں خُدا خود مقیم ہے، اُس کی تلاش نہیں کرتا۔ [3] دوزخ۔
[4] دیہورا = مندر۔
[5] دُنیا، جہان۔

جُھوٹھے بکتا، جھُوٹھے سُرتا[1] ، جھُوٹھی کتھا سُناوے
جھُوٹھا کل یگ سب کو مانے ، جھُوٹھا بھرم دِڑھاوے
تھاور جنگم جل تھل ہیل[2] ، گھٹ گھٹ تیج سمانا
دادُو آتم رام ہمارا ، آد پرُش پہچانا
مول سینچ بدھے[3] جیون بیلا ، سوتت ترور رہے اکیلا
دیبی دیکھت پھریں جیوں بھُولے ، کھائے ہلاہل بِش کوں پھُولے
سُکھ کوں چاہے پڑے گل پاسی[4] ، دیکھت ہیرا ہاتھ تھیں جاسی
کیئی پُوجا رچ دھیان لگاویں ، دیول دیکھیں خبر نہ پاویں
توریں پاتی جگت نہ جانی ، ایہی بھرم رہے بھُول اِبھیمانی
تیرتھ برت نہ پُوجے آسا[5] ، بن کھنڈ جاہیں رہیں اُداسا
یُوں تپ کر کر دیہہ جلاویں ، بھرمت ڈولیں جنم گنواویں
ستگُور ملیں نہ سنسا جائے ، یہ بندھن سب دیئیں چھڑائیں
تب دادُو پرم گت پاوے ، سو نج مورت ماہیں لکھاوے[6]

---

[1] سُننے والا، سامعین، [2] میں کے اندر، [3] بڑھے، پھیلے، [4] پھانسی، [5] تمنا کی تکمیل نہیں ہوتی۔ [6] مُرشدِ کامل، مالکِ کُل کے باطن میں ہی دیدار کرا دیتا ہے۔

سَنت دادُو دَیال صَاحب

کا

چُنیدہ سِندھی کلام

١- دادو غافل ڇو وتين، منجهي رب نهار،
منجهي ئي ٻي ڀانئڻو، منجهي ئي ويچار.

٢- دادو غافل ڇو وتين، اندر پرين پس،
تخت رٻاڻي وچ ۾، پيرين تنهي وس.

٣- دادو غافل ڇو وتين، آهي منجهه مڪان،
درگهه ۾ ديوان ڪَت، پسي ڪر ويئو پاڻ.

٤- دادو غافل ڇو وتين، آهي منجهه الاهه،
پرين پاڻڃو پاڻين، لهي سيونئي ساءُ.

٥- اُتي پهر عرش ۾، ايو ئي آهي،
دادو پسي تن کي، الا ڳالهائي.

٦- اتي پهر عرش ۾، وينا پرين پسن،
دادو پسي تن کي، جي ديدار لهن.

٧- اتي پهر عرش ۾، جن هي روح رهن،
دادو پسي تن کي، ڳجهون ڳالهيون ڪن.

٨- جهاتي پائي پسن پرين، اندر سو آهي،
هاڻي پاڻي وچ ۾، مهر نه لاهي.

٩- جهاتي پائي پسن پرين، هاڻي لاءِ م وير،
سات سپوئي لڏيو، پوءِ سندؤ ڪير؟

دوہے

۱۔ داڈو غافل کیوں رہو ، اندر رب نہار
اندر ہی پیو آپنا ، اندر ہی وِچار

۲۔ داڈو غافل کیوں رہو ، اندر کرو دِیدار
اندر ہی ہے تخت ربّانی چلو اُسی دربار

۳۔ داڈو غافل کیوں رہو ، ہے اندر مکان
درگہہ میں دیوان پر ، دیکھے خُود سُلطان

۴۔ داڈو غافل کیوں رہو ، ہے اندر کرتار
اپنا پریتم آپ ہی ، رکھے سب کی سار

۵۔ آٹھواں پہر ہے عرش میں ، حاضر اُس کی ذات
داڈو دیکھے اُن کو ، 'وہ'[1] کرتا جن سے بات

۶۔ آٹھواں پہر ہی عرش میں ، دیکھیں جو دِلدار
داڈو دیکھے اُن ہی کو ، جو پاویں دِیدار

۷۔ آٹھوں پہر ہی عرش میں ، جس کی رُوح رہے
داڈو دیکھے اُسی کو ، جو غیبی بات کرے

۸۔ (داڈو) جھانکو، دیکھو یار کو ، اندر ہے موجُود
طوفانوں کے بیچ بھی ، ہر ہے لا محدُود

۹۔ (داڈو) جھانکو، دیکھو یار کو ، دیری کی نہیں بات
ساتھی سارے اُٹھ گئے اب کون تمہارے ساتھ

---

[1] مراد اللہ، خدا۔

۱۰- اکيون پسڻ کي پرين، پيري الٿون منجهه،
جتي وڃنو ماڻ پرين، نهاريندو هنجهه.

۱۱- دادو پس پرين کي، ويٺي منجهه قلوب،
ويٺو آهي وچ ۾، پانهنجو محبوب.

۱۲- دادو هن درياءُ، ماڻڪ منجهيئي،
ٻي نيئي پاڻ ۾، ڏٺو منجهيئي.

۱۳- جيئن تيل تلن ۾، جيئن ڳنڌ گلن،
جيئن مکڻ کير ۾، ائين رب روحن.

۱۴- ائين رب روحن ۾، جيئن روح رڳن،
جئن جيرو سوُر ۾، شبدو چند وسن.

۱۵- منهنجي چيلا منجهه گرو منجهي ئي اپديس،
باهر ڍونڍين باؤلا، جتا بڌائي کيس.

۱۶- لنگهڻ کي اک گهٽا، کپر چاڙهي چينچن،
الا پانسدي پند ۾، وهندا اهي کيئن؟

۱۷- اوڏا هتا پاڻ کي، نه لڌائون منجهه،
نه جاتائون پاڻ کي، تائون کيائن پند.

۱۸- تو ڏنو ني سپ، جي ڏٺه ديدار جي،
اچين لهندي اُج، پسائيندو پاڻ کي.

۱۹- ڪفر جي ڪي من ۾، ميان مسلمان،
دادو پيا جهگ ۾، وساري رحمان.

دادوءَ جا سبدي پد هن طرح آهن:

۱۰۔ یار کے دیدار کو ، اندر کرو نِگاہ
بیٹھا ہے محبُوب وہاں ، تکتا تیری راہ

۱۱۔ دادُو دیکھو یار کو ، دِل میں بیٹھ کے خُوب
اُس ہی میں موجُود ہے ، خُود اپنا محبُوب

۱۲۔ دادُو اِس دریا میں ، مانک موتی لعل
غوطہ مار وجُود میں دیکھو اپنا لعل

۱۳۔ جیسے تیل تِلوں میں ، خُوشبُو پھُولوں میں
جیسے ماکھن دُودھ میں ، ربّ ہے رُوحوں میں

۱۴۔ ربّ ہے جیسے رُوح میں ، رُوح رگوں میں جان
سُورج میں ہے گرمی جیسے ، ٹھنڈک چاند میں مان

۱۵۔ اندر چیلا ، گُورو ہے اندر ، اندر ہی اُپدیش
باہر ڈُھونڈیں باؤرے ، جٹا باندھ کر کیش

۱۶۔ راہیں تو بے شُمار ہیں ، منزل ہے بے نِشاں
چلنے کو چل رہے ہیں گو ، پہُنچیں گے پر کہاں؟

۱۷۔ وہ تو بہُت قریب ہے ، اندر نہ کی نِگاہ
جانا نہ اپنے آپ کو ، خاک اُڑائی راہ

۱۸۔ تُو نے تو سب کچُھ دے دیا ، جب بخشا دِیدار
پیاس میری مِٹ جائے گی ، آن مِلو میرے یار

۱۹۔ جن کے دل میں کفر ہے ، سُن اے میاں مُسلمان
دادُو ہو کر گمُراہ پھِریں ، جو بھُولے رحمان

(١) راڳ ڪيدارو

حال اسان جو لال ڙي، توکي سڀ معلوم ري

١- منجهين ڪامان، منجهين ٻران الا، منجهين لڳي باھ ري،
منجهي مون ري مچ ٿيو الا، ڪنهن در ڪريان دانهن ري.

٢- رهه ڪسائي مون گهر الا، منجهين ٻري باھ ري،
سيڪون ڪري ڪباب جئن الا، ائين دادو جي هنياو ري.

(٢) راڳ رامڪلي

ٻڌين تون ٻاڻ پسار، مون تن لڳي باھ ري

١- ٻانڌي ويندو، ڏکري الا، اسان ساڻ ڳالهاءِ ري،
سائين سڪان سڌ ڪسي الا، ڳجهي ڳالهه سڻاءِ ري.

٣- پسان پاڪ ديدار کي الا، سڪ اسان جي لاهه ري،
دادو منجهه قلوب ۾ الا، توري ٻي ناڪاءِ ري.

پد

1۔ راگ کیدارا

حال ہمارا لال رے، تجھ کو سب معلوم رہے　　　　ٹیک

اندر ہی میں جل رہا، جھلس رہا ہوں اندر ہی، اندر لگی ہے نار[1] رے
اندر میرے جلے الاؤ، کِس سے کروں پُکار رے
گھر تن میرے آگ لگی ہے، آ قصائی شتاب رے
دادُو کا دِل یوُں جلتا ہے، جیسے سیخ کباب رے

2۔ راگ رام کلی

پریتم درس دِکھاؤ اپنا، میرے تن لاگی آگ رے　　　　ٹیک

دَم جائے گا نِکل ہمارا، ہم سے کرلو بات رے
بول ترے کو ترس رہی ہوُں، کہو وہ غیبی بات رے
میں ترسوں دِیدار کو تیرے، میٹو من کی پیاس رے
دادُو کے انتر بن تیرے، نہیں کسی کا باس رے

---

[1] آگ

اِمدادی کُتب

ھندی

دادُو دیال گرنتھاوَلی　　چترویدی، پُرشرام

ناشر: کاشی پرچارنی سبھا، وارانسی، سمت 2023

شری دادُو بانی (دُوسرا ایڈیشن) سوامی نارائن داس 'پشکر'،

ناشر: دادُو مہاودیالیہ۔ جے پُور، سمت 2026

شری دادُو دیال کی بانی (دو حِصّہ) دویدی، سُدھاکر

ناشر: کاشی پرچارنی سبھا، وارانسی، 7-1906ء

آدشری دادُو دیال کی بانی　　سِنگھ، دال جنگ

ناشر: جیل پریس، جے پُور، 1957ء

دادُو دیال کی بانی (دو حِصّہ)

ناشر: بلویڈیر پریس الہ آباد، 74-1973ء

شری دادُو دیال جی کی بانی　　سوامی منگل داس

ناشر: شری سوامی لکشمی چکتسالیہ، جے پُور، 1951ء

شری دادُو دیال کی بانی　　ترپاٹھی، چندریکا پرشاد

ناشر: ویدک ینترالیہ۔ اجمیر، 1907ء

اُتّری بھارت کی سنت پرم پرا (دُوسرا ایڈیشن) چترویدی، پرشرام
ناشر: بھارتی بھنڈار - الہ آباد، سمت 2021
شری دادُو چرِتامرت (دو حصّہ) سوامی نارائن داس 'پُشکر'
ناشر: سمرِتی گرنتھ مالا، جے پُور، 1975ء
سَنت کوی دادُو اور اُن کا پنتھ شرما واسُودیو
ناشر: شودھ پربندھ پرکاشن، نئی دہلی، 1969ء
سوامی دادُو دیال، سوادھیائے سنگرہ سوامی گنی رام
ناشر: شیام سُندر اوم پرکاش، بھائی کرما۔ نیرانہ، سمت 2030

انگریزی

سامس آف دادُو گیرولا، تارادت
ناشر: تھیوسوفیکل سوسائٹی، بنارس، 1929ء
اے سِکسٹینتھ سینچری اِنڈین مِسٹک اور۔ ڈبلیو۔ جی
ناشر: لُٹرورتھ پریس، لندن، 1947ء
مِڈل ایول مسٹیزم آف انڈیا سین، کھشتی موہن
ناشر: اورینٹل بُکس ری پرنٹ کارپوریشن۔ نئی دہلی، 1974ء